ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

40

www.tanzeem.org

13 تا 19 محرم الحرام 1437ھ/27 اکتوبر تا 2 نومبر 2015ء

فیصلے کی گھڑی

آج امت مسلمہ کی حالت یہ ہے کہ خلافت ختم ہو چکی ہے۔ جہاد کے لئے مرکز موجود نہیں جس کی وجہ سے ہم دہشت گردی اور جہاد میں فرق سمجھتے ہوئے بھی دنیا کو قائل نہیں کر پا رہے۔ اگر امت کا ایک مرکز ہوتا تو جہاد کے اعلان سے تمام امت متحد ہو کر مغربی اقوام کی یلغار کا مقابلہ کرتی۔ عجیب صورتحال ہے، بیرونی طور پر دشمن ہمیں برباد کر رہا ہے اور اندرونی طور پر ہم خود اپنی بربادی کا سامان کر رہے ہیں۔ آج امت اللہ کے ذکر سے غافل ہے اور شیطان کے حربوں، موسیقی، ڈرامے، کھیل تماشے، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور فلموں کے اثرات کے شکنجے میں پوری طرح جکڑی ہوئی ہے۔ آج ہمارے دل شیطان کی آماجگاہ ہیں۔ ملائکہ ہمارے لیے دعا گو نہیں۔ امت عذاب کی مستحق بن چکی ہے۔ یہ عذاب مغربی اقوام بشمول امریکہ اور اسرائیل کی یلغار کی صورت میں بس آیا ہی چاہتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم درمیان میں لٹک رہے ہیں، اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ مغربی اور اسلامی تہذیب کے مابین ایک پنڈولم کی طرح حرکت کر رہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم دوٹوک فیصلہ کریں کہ ہمیں دجال کی دہکائی ہوئی آگ میں کودنا ہے یا عقلِ محض کی بجائے دل کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

فتنۂ دجال

ظفر محمود

اس شمارے میں

وزیر اعظم کی امریکہ یاترا

عظمت حضرت عمر فاروق ؓ

جوئے کم آب

سیرت حضرت حسین ؓ

سود: سپریم کورٹ کی نظر میں

اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (677)

ڈاکٹر اسرار احمد

''ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''

سُورۃ بَنِیْ اِسْرَاءِیْل | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیت: 55

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

آیت ۵۵ ﴿وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾ ''اور آپ کا رب خوب جانتا ہے اس کو جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں۔''

﴿وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''اور ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت بخشی ہے''

یہاں اس فقرے کے سیاق و سباق کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل مکی دور کے آخری برسوں میں نازل ہوئی اور اس کا آغاز بھی بنی اسرائیل کی تاریخ سے ہوا۔ اس سورۃ کے نزول سے پہلے نبی آخرالزماں ﷺ کی بعثت اور قرآن کے بارے میں تمام خبریں مدینہ پہنچ چکی تھیں اور یہودِ مدینہ ایک ایک بات اور ایک ایک خبر کا باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے۔ پھر عنقریب حضور ﷺ خود بھی مدینہ تشریف لانے والے تھے۔ ان حالات میں جب مسلمانوں کا یہودیوں کے ساتھ عقائد و نظریات کے بارے میں تبادلہ خیالات ہونا تھا تو انبیاء کرامؑ کے فضائل کے بارے میں سوالات کا اٹھنا ناگزیر تھا' کہ اگر محمد (ﷺ) نبی ہیں تو آپ ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام میں سے افضل کون ہیں؟ یا یہ مسئلہ کہ محمد ﷺ افضل ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام؟ چنانچہ اس حوالے سے یہاں ایک بنیادی اور اصولی بات بیان فرما دی گئی کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان میں موجود اپنی تمام مخلوق کے احوال و کیفیات سے خوب واقف ہے اور اس نے اپنے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۳ میں یہی بات یوں بیان فرمائی گئی ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ م﴾ ''یہ رسولؑ ہیں ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''۔ ایسا نہ ہو کہ اس بحث میں پڑ کر آپ لوگ اپنے نبی ﷺ کی فضیلت اس طرح بیان کریں کہ مخالفین کے منفی جذبات کو ہوا ملے اور وہ تعصب سے مغلوب ہو کر آپؐ کی بات ہی سننے سے انکار کر دیں۔

یہ بہت نازک مسئلہ ہے اور اس کی نزاکت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء کرامؑ سے افضل ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ سب سے افضل ہیں' مگر موقع و محل دیکھے بغیر اپنے اس عقیدے کا اس طرح سے چرچا کرنا درست نہیں کہ اس سے دوسرے مشتعل ہوں اور ان کے مخالفانہ جذبات و خیالات کو انگیخت ملے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کی واضح حدیث ہے کہ ((لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءَ اللّٰهِ)) ''اللہ کے نبیوں کے مابین درجہ بندی نہ کیا کرو''۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ((لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى)) ''کسی شخص کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں (محمد ﷺ) یونس بن متی' سے افضل ہوں''۔ آپ ﷺ نے یہاں حضرت یونس کا ذکر شاید اس لیے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام واحد نبی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ گرفت ہوئی ہے۔ بہر حال آپ ﷺ نے واضح طور پر اس سے منع فرمایا ہے کہ دوسرے انبیاء پر آپؐ کی فضیلت کا پرچار کیا جائے۔

﴿وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾﴾ ''اور ہم نے داوٗدؑ کو زبور عطا کی تھی۔''

اسی سیاق و سباق کی مناسبت سے یہاں بنی اسرائیل کے ایک نبی کا تذکرہ فرما دیا اور آپؐ کی فضیلت بھی بیان فرما دی کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کو ہم نے زبور جیسی جلیل القدر کتاب عطا فرمائی تھی۔ یہاں پر یہ اشارہ ملتا ہے کہ موقع و محل کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و رسلؑ کے فضائل اور اعلیٰ مراتب کے ذکر سے ان کی عزت افزائی کرتا ہے۔

فرمان نبوی

متکبر اللہ کی نظر رحمت سے محروم

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)) (صحیح مسلم)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریں گے اور نہ ہی انہیں (گناہوں سے) پاک وصاف کریں گے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور مفلس تکبر کرنے والا''۔

کبر اور بڑائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ کسی انسان کو یہ ہرگز زیبا نہیں کہ وہ اس ردائے الٰہی پر دست درازی کرے۔ یہی فعل ابلیس کی دائمی ملعونیت کا باعث بنا۔ کبر دراصل خود پسندی کی وہ شکل ہے جس میں آدمی دوسروں کو حقیر و بے چارہ سمجھتا ہے اور اپنے کو بلند و گردن فراز۔ مگر وہ شاید اس قانون الٰہی سے واقف نہیں کہ ہر متکبر کا انجام شیطان جیسا ہوگا۔

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وزیراعظم کی امریکہ یاترا

جب ''ندائے خلافت'' کا یہ پرچہ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے گا، وزیراعظم نواز شریف امریکہ یاترا کے بعد واپس پاکستان پہنچ چکے ہوں گے۔ وزیراعظم نے امریکہ روانہ ہونے سے پہلے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ اُن کا دورہ دونوں ممالک کے تعلقات میں مزید بہتری پیدا کرے گا۔ اُن کے اس بیان نے ہمیں چونکا دیا بلکہ خوف زدہ کر دیا، اس لیے کہ امریکی تاریخ کے مشہور و معروف اور انتہائی ذہین وزیر خارجہ ہنری کسنجر ایک عرصہ ہوا یہ فتویٰ صادر کر چکے ہیں کہ امریکہ کی دوستی امریکہ کی دشمنی سے کہیں زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہوتی ہے۔ کاش یہ بات پاکستان کے کسی سیاست دان یا فوجی جرنیل نے کہی ہوتی! اس لیے کہ دوستی کی آڑ میں دشمنی کا مزہ ہم پاکستانیوں نے صحیح معنوں میں چکھا ہے۔ لہٰذا یہ اظہارِ حقیقت ہوتا، یہ آپ بیتی ہوتی اور دنیا کہتی جس تن لاگے وہ تن جانے (یعنی جس پر بیتے وہی صحیح ادراک کر سکتا ہے)۔ اس دوستی نما دشمنی کی طویل تاریخ ہے۔ موجودہ دورے سے پہلے امریکی میڈیا جو فارن پالیسی کے حوالہ سے ہر امریکی حکومت کا ہراول دستہ ہوتا ہے، چاہے وہ ریپبلکنز کی ہو یا ڈیموکریٹس کی، ایسی ایسی خبریں دے رہا ہے جس کا مقصد پاکستان کے چیف ایگزیکٹو کو نروس کرنا ہے۔ پاکستان اور وزیراعظم پاکستان پر تابڑ توڑ نفسیاتی حملے کیے جا رہے ہیں۔ یہ خبر بھی جان بوجھ کر دورے سے ایک ہفتہ پہلے بریک کر دی گئی کہ ستمبر میں جب میاں نواز شریف جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے نیویارک گئے تھے تو جان کیری نے اُن سے ملاقات کے دوران میز پر مکا مارا اور شاؤٹ کرتے ہوئے کہا مسٹر نواز! جو سفارتی لحاظ سے بدتمیزی نہیں بے ہودگی بلکہ بدمعاشی ہے۔ اسی ساری صورت حال کو بھانپتے ہوئے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے منیر اکرم پاکستان پہنچے اور وزیراعظم کو مشورہ دیا کہ وہ امریکہ نہ جائیں، اُن کا یہ دورہ نتائج کے حوالہ سے غیر مفید رہے گا۔ امریکی میڈیا نے عین منصوبہ کے مطابق وہی کچھ کیا۔ وہ یوں کہ جس روز وزیراعظم نواز شریف امریکہ پہنچتے ہیں، فارن افیئر جنرل نے ایک رپورٹ شائع کر دی کہ نواز شریف تو انتہائی کمزور اور بے وقعت وزیراعظم ہیں۔ اصل مذاکرات تو پاکستان کے آرمی چیف جب اگلے ماہ امریکہ آئیں گے تو اُن سے ہوں گے۔ ولی نصر جو صدر امریکہ باراک اوباما کے خصوصی نمائندہ برائے افغانستان کی ذمہ داری ادا کرتے رہے ہیں، اُنہوں نے بھی کہا ہے کہ حقیقت میں مذاکرات تو فوج کے سربراہ سے ہی کرنا ہوں گے۔ امریکہ تین نکات پر پاکستان سے مذاکرات کرنا چاہتا ہے: (1) انسدادِ دہشت گردی میں معاونت (2) نیوکلیئر سکیورٹی (3) افغان امن پراسس۔ ان ہی عنوانات کے تحت وہ ذیلی طور پر حقانی نیٹ ورک، لشکر طیبہ اور لشکر جھنگوی پر بات کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان کشمیر کے حوالہ سے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر بات کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان بھارت کی مداخلت اور پاکستان میں تخریب کاری کے ثبوت پیش کر رہا ہے۔ افغانستان کے حوالہ سے اپنا نقطۂ نظر بھی پیش کیا جائے گا۔

دنیا کے مختلف ممالک کے مابین مذاکرات اور گفت و شنید ہوتی ہی رہتی ہے لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ اور پاکستان کے مابین مذاکرات کا سلسلہ آئی ایس آئی کے چیف لیفٹیننٹ جنرل رضوان اختر کے دورہ امریکہ

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

13 تا 19 محرم الحرام 1437ھ — جلد 24
27 اکتوبر تا 2 نومبر 2015ء — شمارہ 40

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا.................(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سے ہوا ہے، اب وزیراعظم پاکستان سے بات ہوگی اور اگلے ماہ پاکستان کے آرمی چیف امریکہ جا رہے ہیں۔ گویا امریکہ پاکستان کے سب بڑوں سے گفتگو کر کے پاکستان کے حوالہ سے کوئی آخری اور حتمی فیصلہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے امریکہ کو اس کے دونوں لاڈلے اسرائیل اور بھارت بڑے زوردار انداز میں پُش کر رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملاقات کا مرکزی نکتہ پاکستان کی جوہری قوت کے حوالے سے ہوگا۔ اس لیے کہ جہاں تمام مسلم دنیا امریکہ اور اسرائیل کے سامنے ہتھیار ڈال چکی ہے وہاں پاکستان کی صورت حال یہ ہے کہ اُس نے مغرب کی معاشی اور معاشرتی غلامی تو قبول کر لی ہے لیکن پاکستان اپنی عسکری قوت خصوصاً ایٹمی پیش رفت کے حوالہ سے مسلسل مزاحمت کر رہا ہے اور کسی کی سننے کو تیار نہیں۔ شاید امریکی میڈیا کی نفسیاتی یلغار کا جواب دیتے ہوئے پاکستان کے فارن سیکرٹری اعزاز چودھری نے میڈیا کو یہ بتایا ہے کہ پاکستان نے چھوٹے ایٹمی ہتھیار اس لیے بنائے ہیں تاکہ بھارت کے کولڈ سٹارٹ ڈاکٹرائن کا مقابلہ کیا جائے۔

پاکستان کے کسی ذمہ دار افسر نے پہلی بار چھوٹے ہتھیاروں کا بنانا تسلیم کیا ہے۔ امریکہ کے حوالہ سے پاکستان کے ماضی کے طرزِ عمل کو دیکھا جائے تو وزیراعظم کے دورہ امریکہ سے پہلے خارجہ سیکرٹری کا ایسا بیان بڑا جرأت مندانہ اور جواب آں غزل کی حیثیت رکھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی طرف سے گاجر اور چھڑی فارمولا کا استعمال اس مرتبہ بہت زوردار انداز میں ہوگا۔ یعنی لالچ بھی بہت بڑا دیا جائے گا اور دھمکی بھی زبردست دی جائے گی۔ اس لیے کہ اسلام مخالف اور پاکستان دشمن قوتوں کی پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کے حوالے سے برداشت جواب دے چکی ہے۔ پاکستان میں آنے والی بعض تبدیلیوں کی وجہ سے یہ دشمن قوتیں سمجھتی ہیں کہ اب نہیں تو کبھی نہیں۔ دوسری طرف امریکہ افغانستان کی دلدل میں پھنستا چلا جا رہا ہے۔ لہٰذا گاجر یعنی لالچ دینے کی بھی ضرورت ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان دشمن قوتیں اس حوالہ سے اچانک جلد بازی کا مظاہرہ کیوں کر رہی ہیں۔ ہماری رائے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک پروگرام کے تحت پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کر رہے تھے۔ اندرون پاکستان بعض گمراہ عناصر اور جماعتوں کے ذریعے پاکستان کے شمال مغرب میں وہ دہشت گردی بڑھاتے چلے جا رہے تھے، بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی پیٹھ ٹھونکی جا رہی تھی، اُنہیں مالی اور بارودی امداد پہنچائی جا رہی تھی۔ کراچی میں ''را'' اپنا نیٹ ورک بڑی کامیابی سے قائم کر چکی تھی۔ وہ اندرونی طور پر پاکستان کو بلاسٹ کرنے کی بڑی جامع منصوبہ بندی کر چکے تھے۔ جنرل راحیل شریف کے انقلابی اقدام نے اُن کے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ بڑی آسانی سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دہشت گردی کی کمر توڑ دی گئی ہے، اگرچہ یہ مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی۔ کراچی میں بھی صورت حال میں بہت بہتری آئی ہے۔ بلوچستان میں بھی دشمن کو پسپائی ہوئی ہے لیکن وہاں مداخلت کاروں کی مزاحمت کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔ گویا اندر سے پاکستان کو بلاسٹ کرنے کا معاملہ اب اُنہیں فیل ہوتا نظر آتا ہے۔ اگرچہ تخریب کاری اور اندرونی شکست و ریخت کی کوشش ابھی جاری ہے لیکن جنرل راحیل شریف کے اقدامات سے ہونے والی اس پسپائی نے انہیں مشتعل کر دیا ہے اب وہ بیرونی سطح پر غنڈہ گردی کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کا ایٹمی اسلحہ اُنہیں پھر دہشت گردوں کے ہاتھوں میں جاتا نظر آنے لگا ہے۔ لہٰذا ہمارے اکابرین کو امریکہ میں زوردار انداز میں دھمکایا جائے گا۔ علاوہ ازیں چین اور روس نے جس طرح پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اُس سے دور کرنے کے لیے اور افغانستان میں اپنی ذلت آمیز شکست کو فتح میں بدلنے کے لیے یا کم از کم وہاں سے نکلتے ہوئے فیس سیونگ کے لیے انہیں پاکستان کو ہر قیمت پر اپنے ساتھ رکھنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کو گنوا دینا یا اُسے چین اور روس کی گود میں دھکیل دینا انہیں کسی صورت گوارا نہیں۔ لہٰذا اس مرتبہ بھرپور اور بڑی سطح کا لالچ بھی دیا جائے گا۔

جہاں تک افغان امن پراسس کا تعلق ہے، لگتا ہے سپر پاور امریکہ کی مت ماری جا چکی ہے۔ ایک طرف پاکستان کو کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر افغان طالبان کو مارو بلکہ نیست و نابود کر دو۔ دوسری طرف کہتا ہے کہ انہیں سمجھا بجھا کر مذاکرات کی میز پر لاؤ۔ درحقیقت امریکہ سپر پاور ہونے اور پندرہ سال افغانستان میں گزارنے کے باوجود افغانوں کو سمجھ نہیں سکا۔ وہ کبھی کسی غیر ملکی کو اپنی سرزمین پر پاؤں جمانے نہیں دیں گے۔ لہٰذا افغانستان کے مسئلہ کا تو صرف ایک حل ہے۔ وہاں سے تمام غیر ملکی افواج نکل جائیں اور انہیں اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے دیں۔

آخر میں ہم سیاسی و عسکری قیادت سمیت ہر پاکستانی کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں ایسا جغرافیہ عطا فرمایا ہے کہ بڑی قوتیں خواہی نخواہی ہمیں اہمیت دیں گی اور پاکستان سے صرفِ نظر نہ کر سکیں گی۔ پھر یہ کہ پاکستان کو بے بہا نعمتوں سے نوازا ہے۔ یہاں کی سرزمین زرخیز بلکہ سونا اگلنے والی ہے۔ چاروں موسم اور بہترین نہری نظام ہے۔ اتنی معدنی دولت اس سرزمین میں دفن ہے کہ سینکڑوں سال اہل پاکستان مستفید ہوتے رہیں تو ختم نہ ہوں گی۔ پھر یہ خوف، یہ غلامی آخر کیوں؟ ہم کیوں امریکہ کے طلب کرنے پر بھاگم بھاگ وہاں پہنچتے ہیں، ڈانٹ ڈپٹ سن کر اور چند ڈالر ہاتھ میں لے کر خوش خوش واپس آتے ہیں؟ ہمیں ڈالروں کی نہیں، ذہنی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ سوچ اور فکر کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔ خود اعتمادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آخری، حتمی اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ قوی ایمان کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت پر توکل کی ضرورت ہے۔ اللہ سے محبت کرنے والوں کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت ہے جو صرف اور صرف پاکستان میں اللہ کا دین نافذ کرنے سے ہوگی۔ بے سروسامان افغان طالبان اگر امریکہ کی ناک رگڑ سکتے ہیں تو ایٹمی پاکستان تمام اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کو پچھاڑ کیوں نہیں سکتا؟ شرط صرف یہ ہے کہ افغان طالبان کی طرح بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر اگر ہمیں اللہ کی تائید و توفیق حاصل ہو جائے، اور وہ حاصل ہوگی اُس کے سامنے جھک جانے سے اور قرآن و سنت کا فراہم کردہ نظام پاکستان میں نافذ کر دینے سے جس کا 68 سال پہلے ہم نے وعدہ کیا تھا۔

عظمتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 16 اکتوبر 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: حافظ محمد زاہد

ہجری سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے اور محرم کے مہینے میں دو بڑی عظیم شہادتیں ہوئی ہیں اور وہ دونوں ہی اُمت کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔ یکم محرم کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اور دس محرم کو نواسہ رسول حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مظلومانہ شہادت ہوئی۔ چنانچہ اسلامی سال کا آغاز ہی شہادتوں سے ہوتا ہے اور یہ شہادتوں کا معاملہ پوری اسلامی تاریخ کے اندر بھرا ہوا ہے۔ مکہ میں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا پہلی شہید خاتون ہیں اور آپؓ کو ابوجہل نے اس مظلومانہ انداز سے شہید کیا کہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے اور انسان کانپ اٹھتا ہے۔ اُن کے شوہر حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی انتہائی ظالمانہ سلوک کیا گیا۔ ابوجہل نے چار اونٹ (سانڈ) تیار کیے اور حضرت یاسرؓ کا ایک بازو ایک اونٹ سے باندھا، دوسرا دوسرے اونٹ کے ساتھ، پھر ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھی اور چاروں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دوڑا دیا۔ اب ان کے جسم کا جو حشر ہوا ہوگا اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ لیکن شہادت تو ایک اعزاز ہے اور شہید کبھی مرتا نہیں ہے۔ قرآن مجید کے دو مقامات (سورۃ البقرۃ کی آیت 154 اور سورۃ آل عمران کی آیت 169) پر اس کو بیان کیا گیا ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰـکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾﴾ ’’اور مت کہو اُن کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مردہ ہیں۔ (وہ مردہ نہیں ہیں) بلکہ زندہ ہیں‘ لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔‘‘

اس ضمن میں یہ یاد رکھیے کہ شہید کا لفظ قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے اور اس کے اصل معنی گواہ کے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۴۵﴾﴾ ’’اے نبیؐ! یقیناً ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا‘‘۔ یہاں پر شہید گواہ کے معنی میں ہے۔ قرآن مجید میں صرف ایک مقام ہے، جہاں لفظ شہید مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں آیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں غزوۂ اُحد کے بعد کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ﴾ (آیت: 140) ’’اور وہ چاہتا ہے کہ تم میں سے کچھ کو مقامِ شہادت عطا کرے‘‘۔

یہاں شہید سے مراد وہ ہے جو اللہ کے دین کے غلبے کے لیے قتل کیا جائے اور اسی کو مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی اپنے قبیلے کی عظمت اور آزادی کے لیے جہاد کر رہا ہے، کوئی مالِ غنیمت کے حصول اور کوئی شہرت کے لیے جہاد کر رہا ہے تو ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ)) (متفق علیہ) ’’جو اللہ کا کلمہ سربلند کرنے کے لیے لڑتا ہے تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے‘‘۔ ایسا مجاہد جب اللہ کی راہ میں جان دے دے تو گویا اس نے اپنے وجود سے گواہی دے دی کہ اس کا سب کچھ اللہ ہی کے لیے تھا۔

علامہ اقبال نے اس کو بڑے عجیب انداز سے بیان کیا ہے کہ:

چنان خود را نگہ داری کہ با این بی نیازی ہا
شہادت بر وجود خود ز خون دوستان خواہی
مقام بندگی دیگر ‘ مقام عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ میخواہی ز خاکی بیش از آن خواہی

پہلے شعر میں اقبال کہتے ہیں کہ اے اللہ تو انتہائی بے نیاز ہے‘ لیکن اس کے باوجود تجھے اپنی ذات کا اتنا احساس ہے کہ تو چاہتا ہے کہ تیرے دوست اپنا خون دے کر تیری ذات کی گواہی دیں کہ واقعی تو موجود ہے۔ دوسرے شعر میں اقبال کہتے ہیں کہ ایک ہے مقام بندگی‘ یعنی اپنے آقا کے سامنے سر جھکا دینا اور اس کا ہر حکم مان لینا‘ جبکہ ایک ہے عاشقی اور محبت کا مقام‘ تو یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ اے اللہ! فرشتوں سے تو تیرا تقاضا سجدہ ریز ہونے اور تسبیح و تحمید کا ہے‘ لیکن انسانوں سے تیرا تقاضا اِس سے کہیں بڑھ کر ہے یعنی تیرے راستے میں جان لٹانے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عاشقوں سے یہی مطلوب ہے اور اسی کی توثیق ہوتی ہے سورۃ الصف کی آیت 4 سے، وہاں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾﴾ ’’اللہ کو تو محبوب ہیں وہ بندے جو اُس کی راہ میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں‘ جیسے کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں۔‘‘

اللہ کی راہ میں لڑنے اور قتال فی سبیل اللہ کا مقصد اور سبب یہ ہے کہ اس زمین پر غیر اللہ کا نظام اللہ کے وفاداروں کو برداشت نہیں ہے۔ اگر ان کے اندر غیرت دینی ہے تو اس زمین پر اسی کا نظام قائم ہونا چاہیے جو اس کا مالک اور خالق ہے اور اس نے پورا نظام دین اسلام کی شکل میں دے دیا ہے۔ اسی نظام کے اندر ایک بہت بڑی شق سود کی حرمت کے حوالے سے ہے

اور ہمارا حال یہ ہے کہ آج ہم اللہ کے دشمنوں کے خلاف جنگ نہیں کر رہے، بلکہ اللہ اور رسول (ﷺ) سے جنگ کر رہے ہیں اور اس پر ہمیں کوئی تشویش تک نہیں ہے۔ نہ ہماری حکومت کو کوئی پروا ہے اور نہ عدلیہ کو' بلکہ الا ماشاء اللہ پوری قوم کو بھی کوئی پروا نہیں ہے۔

بہر حال یکم محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے اور یکم محرم کو ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت بھی ہوئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسلامی کیلنڈر کا آغاز کرنے والے بھی حضرت عمرؓ ہی ہیں۔ اس زمانہ میں بارہ مہینوں یعنی محرم' صفر' ربیع الاول' ربیع الثانی وغیرہ کا تصور تو چلا آ رہا تھا اور پھر ان بارہ مہینوں میں چار مہینے محترم بھی مانے جاتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمرؓ نے خلافت سنبھالی اور آپؓ مدینہ میں بیٹھ کر اپنے گورنرز کو خطوط کے ذریعے ہدایات بھیجتے تھے تو آپؓ کو احساس ہوا کہ اس میں تاریخ اور سن کا بھی تعین ہونا چاہیے تا کہ معلوم ہو کہ خط کب چلا تھا اور کب پہنچ رہا ہے۔ اس پر آپؓ نے اسلامی کیلنڈر شروع کرنے کا سوچا اور مشاورت طلب کی۔ مشاورت میں چار چیزیں سامنے آئیں: (1) اسلامی کیلنڈر کا آغاز نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے کیا جائے۔ (2) اس کا آغاز ہجرت سے کیا جائے۔ (3) اس کا آغاز فتح مکہ سے کیا جائے۔ (4) نبی اکرم ﷺ کی وفات سے اس کا تعین کیا جائے۔ مشورے کے بعد حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیا کہ اسلامی کیلنڈر کے لیے ہجرت کو بنیاد بنائیں اس لیے کہ یہی وہ واقعہ تھا جس کے بعد اسلام ایک نئے دور میں داخل ہوا ہے' اسلامی حکومت قائم ہوئی ہے اور اسلامی ریاست کی داغ بیل پڑی ہے۔

اب حضرت عمرؓ کی عظمت کے حوالے سے تھوڑی سی گفتگو کر لیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جو مقام و مرتبہ ہے اور دین میں ان کی جو خدمات ہیں' ان کا ایک مختصر سی تقریر میں احاطہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ایمان لانے میں تو انہیں قدرے تاخیر ہوئی ہے اور آپؓ نبوت کے چھٹے برس ایمان لائے' لیکن یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے ایمان لانے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ خاص طور پر دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے دو افراد کے لیے خصوصی طور پر دعا کی: اے اللہ! عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (جسے لوگ ابوجہل کے نام سے جانتے ہیں) میں سے کوئی ایک تو ضرور مجھے عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے نتیجہ میں حضرت عمرؓ کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی۔ آپؓ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ بعد میں آتے ہیں' لیکن پچھلوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ ایمان لانے کے بعد سے زندگی کی آخری سانس تک سائے کی طرح آنحضور ﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ دو افراد ہر وقت حضور ﷺ کے دائیں بائیں ہوتے تھے اور حقیقی معنوں میں دست و بازو بنے ہوئے تھے' وہ تھے حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ جبکہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مقام بھی بہت اونچا ہے' لیکن مکی دور میں تو وہ دونوں ابھی صغار صحابہ میں سے تھے۔ البتہ مدنی دور میں وہ جوان ہو چکے تھے اور اب ان کی بھی بے پایاں خدمات ہیں' جس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمرؓ کو کیا مقام حاصل تھا' اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آلِ عمران 159) ''اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں'' تو صحابہ کرامؓ نے یہ سمجھا کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں ہے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ ہر معاملے میں ان دو سے ضرور مشورہ کرتے تھے۔ گویا صحابہ نے اس درجے گمان کیا کہ وہ دونوں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھی اور مشیر ہیں۔

چنانچہ اُمت میں یہ طے ہے کہ افضل البشر بعد

پریس ریلیز 21 اکتوبر 2015ء

سودی نظام کا خاتمہ ممکن نہیں جب تک موجودہ معاشی نظام کو تبدیل نہیں کیا جاتا

وفاقی شرعی عدالت کے مشیر کا بیان کہ ''اسلام میں چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے'' اجماع امت کے خلاف ہے

تمام جماعتوں کے قائدین اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو اسلامی نظام کے قیام کے لیے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے امیر جماعت اسلامی سراج الحق کی سودی نظام کے خاتمے کے لئے مشترکہ کوششوں کے آغاز کے ضمن میں علماء کرام سے ملاقاتوں کی تحسین کرتے ہوئے کہا ہے کہ سودی نظام کا خاتمہ ممکن نہیں جب تک جاری معاشی نظام کو تبدیل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک موجودہ نظام کو حقیقی اسلامی نظام میں بدلنے کے لئے مشترکہ اقدامات نہیں کئے جاتے، پاکستان کے قیام کے مقصد کی طرف پیشرفت ممکن نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین اور تمام مسالک و مکاتب فکر کے علماء اسلامی نظام کے قیام کے لئے مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کے ضمن میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور کسی متفقہ لائحہ عمل پر پہنچ کر اس پر عمل کرتے ہوئے وطن عزیز میں اسلامی نظام کے نفاذ کے واحد ایجنڈے پر ایک پرامن عوامی تحریک کا آغاز کریں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جمہوری نظام کا حصہ بن کر ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ و قیام کا تجربہ کامیاب نہیں رہا۔ اس پر ہماری 68 سالہ تاریخ بھی شاہد ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے ڈاکٹر اسلم خاکی فقہی مشیر وفاقی شرعی عدالت کے اس بیان کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا کہ اسلام میں چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے۔ علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس بیان کا فوری نوٹس لیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

الانبیاء بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں۔ اُمت کے ایک طبقہ کی رائے اس سے الگ ہے، لیکن بقیہ پوری اُمت کا انتخاب حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں۔ ویسے تو صحابی ہونے کے اعتبار سے سب کے سب صحابہ یکساں درجہ رکھتے تھے لیکن کچھ گریڈیشن حضور ﷺ نے خود بنا دی تھی۔ سب سے پہلے عشرہ مبشرہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی اور یہ چاروں خلفاء انہی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرہ مبشرہ کے بعد اصحاب بدر ہیں' یعنی وہ صحابہ جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ پھر ہیں اصحاب بیعت رضوان' یعنی وہ صحابہ جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر موت پر بیعت کی تھی۔ اس کے بعد بقیہ صحابہ ہیں۔ بہر حال اُمت کا اجماع ہے کہ چاروں خلفاء راشدین علی الترتیب ٹاپ پر ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پہلا نمبر ہے' پھر حضرت عمرؓ کا نمبر ہے' اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا نمبر ہے اور پھر حضرت علیؓ کا نمبر ہے۔

حضرت عمر ؓ کے کارناموں کی بات کریں تو ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے خلافت اسلامیہ میں پہلی مرتبہ ادارے بنائے اور اسلامی نظام کو منظم انداز میں بالفعل نافذ کیا...... آنحضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعے سے اس انقلاب کو استحکام ملا ہے جو انقلاب نبی اکرم ﷺ نے برپا کیا تھا۔ قرآن میں جہاں حضور ﷺ کے مقصدِ بعثت کو بیان کیا گیا ہے' وہیں یہ بتایا گیا کہ آنحضور ﷺ کو دو تحائف دے کر بھیجا گیا: ایک ''الہدیٰ'' اور دوسرا ''دین حق''۔ الہدیٰ سے مراد قرآن کریم ہے اور دین حق سے مراد اللہ کا دین اور دین کی صورت میں دیا ہوا اللہ کا کامل نظام ہے۔

ایک شخص نے اپنی ذات میں نیک کیسے بنتا ہے بایں طور کہ وہ اللہ کے ہاں کامیاب قرار پائے اور جہنم کے عذاب سے بچ سکے' یہ الہدیٰ کا موضوع ہے۔ ایک ہے نظام' کہ ریاستی انتظام اور سیاسی نظام کیا ہوگا، معاشرتی نظام کیا ہوگا' معاشی نظام کیسا ہوگا' ریاست کے امور کن اصولوں پر چلیں گے اور ان کے لیے قوانین کیا ہوں گے' یہ ہوتا ہے نظام۔ ہدایت اور نظام یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ الہدیٰ کا اصل موضوع ہے انسان کو نیک بنانا اور اسے جنت تک پہنچانا' جبکہ دین حق کا اصل مقصد اور غایت یہ ہے کہ دنیا میں ایسا نظام نافذ کرنا جو کامل عدل و انصاف پر مشتمل ہو اور وہ نظام صرف اللہ ہی دے سکتا ہے اور اس نے دین اسلام کی صورت میں وہ نظام دے دیا ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج پاکستان میں 96 فیصد مسلمان ہیں اور بھی بہت سارے ملکوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں، لیکن اللہ کا دین، اللہ کا نظام کہیں بھی قائم نہیں ہے۔ آنحضور ﷺ پر الہدیٰ کی تکمیل ہوگئی اور جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کا دین قائم ہوگیا۔ لیکن ابھی اس نظام کی تفصیلات سامنے نہیں آئی تھیں اور آپؐ نے اختیار کر لیا کہ جلد از جلد اللہ سے براہ راست ملاقات ہو۔ حجۃ الوداع کے بعد حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو اللہ سے ملاقات کے لیے آ جائے اور چاہے تو ابھی کچھ عرصہ اور گزار لے۔ بندے نے پہلی بات کو قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ سنا تو رو پڑے۔ انہیں معلوم ہوگیا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس کے چند ہی دنوں کے بعد آپؐ کا وصال ہوگیا۔ آپؐ کے دور میں وہ نظام پوری طرح منظم نہیں ہوا تھا البتہ پورے جزیرہ نما عرب پر اللہ کا دین قائم ہوگیا تھا اور اب مسلمان ہی سپریم پاور تھے۔ لیکن اب اس ریاست کے کون کون سے محکمے ہوں گے، اس کی عملی شکل کیا ہوگی، اس کے گوشے کون کون سے ہوں گے، یہ ساری چیزیں ابھی واضح نہیں تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ارتداد کا فتنہ سر اٹھانے لگا اور ساری مخالف قوتیں اکٹھی ہوگئیں۔ اسلام کا غلبہ دیکھ کر کچھ لوگ منکار زیر پر ہو گئے تھے' لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اب انہوں نے سر اٹھایا ہے۔ پھر جو نئے نئے لوگ مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ان تک ایمان کی اصل حقیقت نہیں پہنچی تھی تو ان میں سے بھی بہت سے لوگ فتنۂ ارتداد کا حصہ بن گئے۔ مزید یہ ہوا کہ نئے نئے نبوت کے دعویدار کھڑے ہو گئے اور بہت سے مسلمان ان کے پیچھے چلے گئے۔ اس وقت اسلامی حکومت کو از سرِ نو منظم کرنا اور اسلام مخالف قوتوں کا قلع قمع کرنا بہت بڑا چیلنج تھا۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لیا اور ان کی کاوشوں سے اسلام مخالف قوتوں کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اب میدان پوری طرح ہموار ہوگیا تھا کہ اللہ کے دین اور پورے نظام کو باقاعدہ تفصیلاً نافذ اور قائم کیا جائے اور یہ کام ہوا دور خلافت فاروقی میں۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضور ﷺ نے پورا نظام دے دیا تھا' جیسے ایک کلی کے اندر پورا پھول موجود ہوتا ہے لیکن ابھی کلی کھلی نہیں ہے۔ جب کلی کھلتی ہے تو اس کی رعنائیاں بھی ظاہر ہوتی ہیں، اس کی نزاکت بھی اور اس کی خوشبو بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اسلامی نظام کی وہ کلی حضرت عمرؓ کے دور میں کھلی ہے او رپھر اس کی برکات بھی ظاہر ہوئی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ آپؓ نے قرآنی تعلیمات اور آنحضور ﷺ کے احکامات کی روشنی میں باقاعدہ ایک نظام عملی طور پر مرتب کیا اور بالفعل پورا نظام حکومت نہ صرف قائم کیا' بلکہ اس کے تمام ادارے بھی بنائے۔ حضرت عمرؓ کے نظام حکومت کی تفصیلات جاننے کے لیے آپ شبلی نعمانیؒ کی 'الفاروق' پڑھیے گا۔ میں تو اس وقت صرف عنوانات ہی دے سکوں گا۔ حضرت عمرؓ نے نظام حکومت کے حوالے سے مجلس شوریٰ باقاعدہ قائم کی۔ ملک کو صوبہ جات اور اضلاع کی صورت میں تقسیم کیا۔ محاصل اور خراج وصول کرنے کے لیے ایک پورا محکمہ بنایا۔ عدالتی نظام کو باقاعدہ ایک نظام کی شکل میں قائم کیا۔ افتاء کا باقاعدہ ایک ادارہ قائم کیا۔ فوجداری اور پولیس کا نظام بنایا۔ بیت المال اور خزانہ کا بھی محکمہ بنایا۔ حضور ﷺ کے دور میں تو معاملہ یہ تھا کہ مال غنیمت میں سے جو کچھ بھی آتا، آپؐ اسی وقت اسے تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر ؓ کے دور میں بھی ایسا ہی تھا۔ دورِ صدیقی میں تو آپؓ کا سارا وقت داعیانِ نبوت اور ان پیروکاروں کے خلاف لگا ہے۔ وہاں بھی نوبت نہیں آئی تھی کہ بیت المال باقاعدہ قائم ہو۔ بیت المال باقاعدہ طور پر حضرت عمر ؓ نے قائم کیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت عمرؓ نے مفاد عامہ کے بہت سے کام کیے، مثلاً بازار بنائے ہیں، مارکیٹیں بنائی ہیں، پل بنائے ہیں۔ پھر نئے شہروں کو آباد کرنے کا ایک نیا راستہ دکھایا ہے اور یہ واضح پیغام دیا ہے کہ جب شہر بڑا ہونا شروع ہوتا ہے تو پھر اس کا حل یہ نہیں ہے کہ اس کو آپ پھیلاتے جائیں اور وہ پھوڑے کی طرح پھیلتا چلا جائے، بلکہ نئے شہر قائم ہونے چاہئیں' نئے یونٹس بننے چاہئیں۔ مزید یہ کہ آپؓ نے تعلیم کا شعبہ بھی بنایا اور مذہبی تعلیم کا بھی الگ سے شعبہ بنایا۔ یہ تو میں نے صرف چند ایک نام گنوائے ہیں' ورنہ جو بھی حکومتی شعبے ہو سکتے ہیں' حضرت عمرؓ نے وہ سب باقاعدہ قائم کر کے ایک نظام کی شکل میں دنیا کو دکھایا ہے۔ یہ ہے ان کا سب سے بڑا کارنامہ!

حضرت عمر ؓ کی عظمت' ذہانت اور نظام حکومت

کے حوالے سے ان کی عقل فہمی کو پوری دنیا مانتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 1980ء کی دہائی میں نیویارک میں ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی ایک کتاب "The hundred" شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مصنف نے پوری انسانی تاریخ میں سے سو عظیم ترین شخصیات کا انتخاب کیا ہے جنہوں نے نوع انسانی پر مثبت نقش قائم کیے ہیں اور مثبت اثرات چھوڑے ہیں اور پھر اس نے ان کی گریڈیشن بھی کی ہے۔ بہر حال اس کی تعریف کرنی چاہیے کہ اس نے حق بات کہی اور وہ نمبر ایک پر لایا حضرت محمد ﷺ کو اور عیسائی ہونے کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کو تیسرے نمبر پر لایا ہے۔ دوسرے نمبر پر اس نے نیوٹن کو رکھا کہ اس کی وجہ سے نوع انسانی میں سائنسی دور کا آغاز ہوا ہے۔ اس کی اپنی ایک سوچ تھی' لیکن اس نے اس فہرست میں اگر کسی اور مسلمان کو رکھا تو 51 نمبر پر حضرت عمر فاروق ؓ کو رکھا ہے۔ اسی طرح گاندھی نے بھی حضرت عمر (ؓ) کی عظمت کا برملا اعتراف کیا تھا۔ انگریز کے دور میں جب کانگریس کی وزارتیں بنی تھیں تو اس نے اپنے وزیروں سے کہا تھا کہ میں تمہارے سامنے ابوبکر اور عمر کی مثال پیش کر رہا ہوں۔ حکومتی امور کو کیسے چلانا ہے اس کے لیے تم عمر اور ابوبکر کے دورِ خلافت سے رہنمائی لینا۔

ایک طرف معاملہ یہ ہے کہ اپنے تو کیا' غیر بھی حضرت عمرؓ کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کے نام سے حقیقی معنوں میں قیصر و کسریٰ کے در و دیوار کانپتے تھے' لیکن دوسری طرف معاملہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی ذات میں انتہائی درویش منش انسان تھے۔ دنیا کی سب سے بڑی قوت کے خلیفہ ہونے کے باوجود آپؓ کے کپڑوں میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک ایرانی سفیر آیا اور اس نے پوچھا کہ تمہارے بادشاہ کہاں ہیں۔ اس کو بتایا گیا کہ ہمارے ہاں بادشاہ نہیں، امیر ہوتا ہے اور ہمارے امیر المؤمنین بیت المال کے اونٹ کو تلاش کرنے کے لیے اس طرف نکلے ہیں۔ تم بھی جاؤ شاید وہاں تمہیں مل جائیں۔ وہ چل پڑا۔ آگے دیکھا کہ ایک شخص اینٹ پر سر رکھے ایک درخت کے نیچے آرام کر رہا ہے۔ کسی گائیڈ نے بتایا کہ یہ ہیں ہمارے امیر حضرت عمرؓ۔ اس شخص نے حضرت عمر کے پاس جا کر یہ تاریخی بات کہی: عمر! تم عدل کرتے ہو لہٰذا تمہیں کسی سے خوف نہیں ہے' جبکہ ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں لہٰذا وہ کئی کئی دیواروں کے اندر بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ واقعتاً قیصر و کسریٰ میں حضرت عمرؓ کے نام سے کپکپی طاری ہوتی تھی، لیکن انہوں نے اپنی ذات کے لیے کوئی ایک محافظ بھی نہیں رکھا ہوا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپؓ کی شہادت بھی اسی وجہ سے ہوئی ہے۔ ابولؤلؤ فیروز ایرانی غلام تھا اور چکی بنانے کا ماہر تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایرانی بادشاہت کا خاتمہ کیا تھا تو اس وجہ سے ایرانیوں کے دلوں میں اس کا ایک زخم بہر حال موجود تھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے ابولؤلؤ سے فرمائش کی کہ تم چکی بنانے میں مہارت رکھتے ہو تو ایک چکی میرے لیے بھی بنا دینا۔ اس نے کہا کہ میں تو آپؓ کے لیے وہ چکی بناؤں گا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ حضرت عمرؓ نے اسی وقت اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اس شخص نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے، لیکن آپ نے یہ نہیں کہا کہ اس نے یہ بات کہی ہے لہٰذا اس کو قید کر دو۔ انسانی حقوق کے حوالے سے اسلام نے یہ تصور دیا ہے کہ جب تک جرم ثابت نہیں ہو جاتا' آپ کسی کو اندر نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دھمکی کے باوجود انہوں نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ پھر یہ ہوا کہ ایک دن فجر کی نماز میں اس نے موقع پا کر زہر آلود خنجر سے حضرت عمرؓ پر حملہ کیا اور پھر اسی زخم سے دو تین روز کے بعد آپؓ کی شہادت ہوئی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ!

بہر حال دنیا میں بھی انہیں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر کی صحبت میسر تھی اور وفات کے بعد بھی انہیں ان دونوں کا قرب نصیب ہوا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے اپنے لیے وہ جگہ رکھی ہوئی تھی' لیکن حضرت عمرؓ کی فرمائش پر حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کا مقام و مرتبہ دیکھتے ہوئے ان کو وہ جگہ دے دی۔ تو اب بھی وہ صورت حال برقرار ہے کہ دو ساتھی ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود ہیں۔

آج کی ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے تھے نظام کو عملی شکل میں پوری دنیا کے سامنے قائم کر کے دکھا دیا اور یہ رہتی دنیا تک اتمام حجت ہے۔ اس سے بہتر نظام آج تک دنیا نے نہیں دیکھا اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اس نظام کی طرف پیش قدمی کرنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دے اور ہمارے اندر وہ دینی جذبہ پیدا کرے جو اس نظام کے قائم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ آمین یا رب العالمین! ☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر کو اپنے بیٹے تعلیم ایم۔اے (ایجوکیشن) عمر 30 سال، برسرِ روزگار اور بیٹی تعلیم ایم۔اے (اسلامیات) ایم ایڈ، عمر 31 سال، ماہر اُمورِ خانہ داری اور پابندِ صوم وصلوٰۃ و حجاب کے لیے دینی گھرانوں سے رشتے مطلوب ہیں۔ صرف والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0322-5937323

☆ خواجہ فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم بی اے، دو بچے، پہلی بیوی سے بوجوہ علیحدگی کو عقدِ ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0313-4377276

☆ پشاور میں رہائش پذیر ہندکو سپیکنگ، اعوان فیملی کو اپنی بیٹی، عمر تقریباً 30 سال، تعلیم میٹرک کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0334-9022090

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قریبی ساتھی اور انجمن خدام القرآن کے سینئر رکن محترم ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ وفات پا گئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ملتان شالی کے رفیق ندیم احمد ملک کے سسر بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کورنگی غربی کے رفیق ایثار محمد کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب منفرد اسرہ تونسہ شریف کے نقیب رضا محمد گجر کی ساس بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب نیو ملتان کے رفیق اکبر علی اعوان کے بھائی بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆ منفرد اسرہ گوجرہ کے رفیق ڈاکٹر محمد اسلم کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

جوئے کم آب

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

یکم محرم سے نئے ہجری سال (1437ھ) کا آغاز ہوا۔ غلامی کے بعد سے ہم اپنی شناخت سے بیگانہ ہو چکے۔ پہلے جسمانی غلامی کے چرکے سہے۔ لاکھوں جانوں کی قربانی سے 47ء میں جسم تو آزاد کروا لیے لیکن دل گورا ساتھ لے گیا۔ ہم پر اپنے وہ گماشتے مسلط کر گیا کہ جو کالے فرنگی کہلاتے ہیں۔ افسوس کہ باقی نہ مکاں نہ مکیں ہے، کی پھبتی جن پر اقبالؒ نے کسی تھی کہ ان کا جان وتن دونوں ہی گروِ غیر ہوا۔ سو اب ہجری سال کب آتا ہے کیوں آتا ہے یہ نہیں خبر! ہاں گلوبل ویلیجیے 31 دسمبر کی شب گورے کے ساتھ مل کر جشنِ ناؤنوش، ہاؤ ہو منا لیتے ہیں۔ یکم محرم سیدنا عمرؓ کی شہادت کا دن ہے۔ تاہم شہادتیں غم سے بڑھ کر ایک ولولہ، ایک عزم، حیاتِ نو کی سی برقی رو کی بھی حامل ہوتی ہیں۔ خواہ وہ شہادت سیدنا فاروقؓ ہو یا شہادتِ سیدنا حسینؓ! اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ شہید کے خون کے ہر قطرے میں اک نئی صبح پنہاں ہوتی ہے۔ ذی الحج میں اسماعیلؑ سے جو کہانی شروع ہوتی ہے۔ غریب وسادہ ورنگین! نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیلؑ! کہیں جابر حکمرانوں کی چوکھٹ پر ہر صدی میں شہداء کے خون کی لالی حق وصداقت کی گواہ بنتی ہے اور یہی صف در صف شہادتیں مکہ میں حضرت یاسرؓ وسمیہؓ سے شروع ہو کر مدینہ کے 10 سالوں میں اسلام کا نور پورے جزیرہ نمائے عرب تک پھیلا دیتی ہیں۔ اسلام میں پوجا پاٹ کا جامد تصور نہیں ہے۔ مکمل طرزِ زندگی، عبادات سے حکومت تک اللہ کی حکمرانی ہے۔ ہجرت اسلام کو مذہب (عبادات و چند مذہبی رسوم) سے الدین (مکمل نظام حیات) بنا دیتی ہے۔ آپ ﷺ کے وصال کا سال سلطنت روم کے دروازے پر دوسری مرتبہ دستک دیتا ہے۔ وہاں سے نکل کر یہی ہجرت و جہاد کی کہانی (ہجری سال سے شروع ہو کر) ایران، روم، مصر فتح کر کے سیدنا عثمان غنیؓ کے دور میں سمندر میں جا اترتی ہے۔ 27 ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کا بحری بیڑا قبرص جا اترا۔ اس لشکر میں جہاں جرنیل صحابیؓ حضرت عبادۃ بن صامتؓ تھے وہاں ان کی ولولۂ ایمانی سے لبریز اہلیہ حضرت امِ حرامؓ بنت ملحان بھی ہمراہ تھیں۔ پہلی بحری جنگ پر جنت کی بشارت نبی ﷺ کی زبانی سن کر انہوں نے آپ ﷺ سے اس میں شرکت کی طمع فرمائی اور دعا لی تھی! (موازنہ فرمایئے وہائٹ ہاؤس کی دعوتوں کی طمع سے! تُف بر تو اے چرخِ گردوں) حسب خواہش قبرص میں ان کی شہادت اور تدفین ہوئی۔ حمیدۃ فی البر شہیدۃ فی البحر! اس کے بعد تھمتا نہ تھا کہ کسی سے سیل رواں ہمارا، کی کیفیت لیے شمالی افریقہ کی فتوحات ہوئیں۔ 89 ہجری تک المغرب (مراکش، تیونس، الجزائر، لیبیا، موریطانیہ) تک رب الناس، ملک الناس، الٰہ الناس کی برسرزمین حکمرانی اللہ کی سپاہ پہنچا چکی تھی۔ اور یہی ہجرت کا مقصود تھا۔ ورنہ اسلام مکہ کبھی نہ چھوڑتا۔ اللہ کا گھر نہ چھوڑتا۔ نبی ﷺ کا مولد و مسکن نہ چھوڑتا۔ قومیت، رنگ، نسل، ذات، قبیلے برادری کی یوں ببانگِ دہل نفی کبھی نہ کرتا۔ عراق میں پیدا ہونے والے حضرت ابراہیمؑ نے بھی تو لختِ جگر کو منیٰ میں لا کر بحکم ربی چھری تلے لٹایا تھا! اسلام آفاقی دین ہے جس میں سلمان فارسیؓ کو اہل بیت کا لقب عطا ہوتا ہے اور چچا ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جانے اور تباہی و بربادی کی وعید ہوتی ہے۔ جو دین آج بھی سلمان رشدی کو بہ صد ہزار نفرین امت سے نکال باہر پھینکتا ہے اور ایوان ریڈلے کو بہ صورت مریم احترام وعقیدت دیتا ہے۔ اسلام عقیدہ و عمل ہے۔ زبانی جمع خرچ، رنگ نسل قبیلہ نہیں۔ 89ھ میں موسیٰ بن نصیرؒ جس صوبے کے گورنر تھے وہ شمالی افریقہ اور المغرب کی وسعت رکھتا تھا! آج ہمارا سب سے زور آور صوبہ پنجاب، اس کی راجدھانی اور ٹکے ٹکے کی کرسی پر ہنگامہ ملاحظہ ہو۔

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی

ہاں تو موسیٰ بن نصیرؒ نے اپنے مایہ ناز کمانڈر طارق بن زیاد کو ایک اجنبی سرزمین پر صرف 12 ہزار کا لشکر دے کر فتح ہسپانیہ کے لیے بھیج دیا تھا (92 ہجری میں)۔ ہر ہجری سال، مقاصد ہجرت میں نت نئے نگینے اور جواہر ثبت کرتا تھا۔ سو اب باری تھی سپین کی۔ جبل الطارق، کشتیوں کا جلایا جانا اور اسباب دنیا سے ہاتھ اٹھا کر یہ دیوانہ اقدام جس نے اقبالؒ سے معرکتہ الاراء، ضرب المثل شعر کہلوایا۔ بفضلِ امریکہ اور یو ایس ایڈ ہماری رومن اردو زدہ نوجوان نسل اپنی تاریخ، جغرافیے سے ناواقف ہے۔ کاش وہ صرف اس ایک مصرعے پر عبور حاصل کر لیتی تو دنیا بدل جاتی! ہر ملک ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست۔ ہر ملک میرا ملک ہے کیونکہ وہ ہمارے خدا کا ملک ہے۔ اسلام کی کل کہانی آدم تا ایں دم ہے بھی یہی۔ کائنات اللہ کی۔ اس میں یہ ننھا سا کرۂ زمین۔ اس کا خالق مالک رب حاکم، اللہ۔ اس پر مخلوق اللہ کی۔ اس پر حکم، قانون، حکمرانی، شریعت، طرز زندگی (الدین) اللہ کا عطا کردہ۔ اس ذمہ داری کے منصب پر انبیاء اور پھر ان کی امتیں فائز ہیں یعنی دنیا سے جہالت، من مانی، ظلم، جبر، استحصال ختم کر کے اللہ کے بندوں کو صرف ایک اللہ کی غلامی میں دینا ہے۔ جس اللہ کا بنایا سورج پرانا، کم تاب نہیں ہوتا اس اللہ کا بھیجا آفتاب ہدایت (قرآن، محمد ﷺ، اسلام) آج بھی وہی آب وتاب رکھتا ہے۔ جس دین کی سپاہ نے 711ء میں تاریکیوں میں ڈوبے یورپ پر صورت سپین علم وفن کے چراغ روشن کیے۔ 8 صدیاں وہاں حکمرانی کی۔ جب پادری یورپ میں سائنس کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا رہے تھے۔ مسلمانوں کی لائبریریاں علم وفضل سے لدی پھندی تھیں۔ مسلمان دوسری جانب سندھ اور وسط ایشیا میں فتوحات کے جھنڈے گاڑتے چین کو چھو رہے تھے۔ بحیرہ روم کے جزائر الگ فتح ہو گئے۔ عثمانی ترک سلطنت نے مزید سات صدیوں سے زیادہ 1924ء تک وسیع وعریض خلافت کے ذریعے شریعت کی حکمرانی برقرار رکھی۔ لارڈ کرزن نے برطانوی پارلیمنٹ میں خطاب کے دوران یہ باور کروایا تھا کہ خلافت صدیوں کی محنت سے توڑنی ممکن

ہوئی ہے اب کمر بستگی رہے کہ مسلمان کبھی دوبارہ متحد نہ ہو سکیں! سو اب ہم عیسوی سن استعمال کرتے، اکتوبر نومبر سنڈے منڈے کا پہاڑہ پڑھتے، اے لیول او لیول کرتے، تقسیم در تقسیم ہوئے فدوی ہو چکے ہیں۔ تاریخ جغرافیہ اول تو پڑھایا نہیں جاتا۔ تاریخ پڑھنے سے (یا علامہ اقبالؒ سے) نوجوان جذباتی ہو جاتے ہیں، شاہینی صفات زندہ ہونے، خالدؓ و طارقؒ کے جی اٹھنے کے اندیشے سر اٹھاتے ہیں۔ تاریخ پڑھنے سے جغرافیہ بھی تھرتھرانے لگتا ہے۔ مسلمان سے تو دنیا یوں بھی لرزتی ڈرتی کانپتی ہے۔ اب اس کا نام دہشت گرد بھی رکھ دیا گیا ہے۔ ازل سے یہی ہوا۔ طارق کی کل 12 ہزار فوج (بہ مقابلہ راڈرک کی اسلحے میں غرق ایک لاکھ فوج) کی معرکہ آرائی کی ابتدائی اطلاع راڈرک کو یوں دی گئی تھی۔ یہ ایک بلا ہے جو نجانے آسمان سے نازل ہوئی ہے یا زمین سے پھوٹی ہے۔ جسے اقبالؒ نے نظم کیا تھا۔ یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے! سو وہ خوف حقیقی مسلمان سے آج بھی ہے۔ قندوز میں ہسپتال پر بمباری کے بعد تفتیش کے لیے جانے والے افغان فوجیوں کے بارے MSF نے شکایت کی کہ ہسپتال میں (نہتے ڈاکٹر، مریض لیے) میں یہ ٹینک بند داخل ہوئے اور رہی سہی عمارت کو نقصان پہنچایا۔ طالبان کا خوف ان کی عدم موجودگی میں بھی انہی کے افغان (منافق!) فوجی بھائیوں میں اتنا شدید تھا! قصہ مختصر تاریخ پڑھنے سے جغرافیہ بھی ٹھیک رہتا ہے۔ (ورنہ ہم اپنا جغرافیہ 1971ء میں پہلے بھی خراب کر چکے ہیں) انسانی تاریخ کی مستند ترین کتاب قرآن ہے۔ بعدازاں سیرت رسول ﷺ، سیرت خلفائے راشدین، غزوات وسرایا خود پڑھیے، بچوں کو پڑھائیے۔ یو ایس ایڈ مارکہ سکولوں میں تو روح و بدن ایڈز زدہ ہونے کے سارے اسباب موجود ہیں۔ نیا ہجری سال اللہ اور امت اسلامیہ (جو ہمارا قبیلہ، خاندان ہے) پر ایمان، امن، سلامتی و اسلام کی برکات لے کر آئے۔ ضمناً عرض ہے کہ امریکہ (قندوز و کابل گزیدہ) پاکستان (کی فدویت) پر صدقے واری جا رہا ہے۔ اوباما نواز شریف کی آمد سے پہلے ہی بلائیں لے رہا ہے۔ لگے ہاتھوں ڈاکٹر عافیہ واپسی پر ساتھ لے آئیے گا۔ میرا امریکہ کو واحد ٹھنڈی ہوا پاکستان سے پہنچی ہے۔ فائدہ اٹھالیجئے۔

☆☆☆☆☆

سیرت حضرت حسین ؓ

مولانا محمد ادریس فاروقی ؒ

حضرات حسن ؓ و حسین ؓ چمنستان رسالت کے وہ عطر بیز اور خوش نما پھول ہیں جو اپنی حیثیت اور شان میں یگانہ شان کے حامل ہیں۔ عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حسن اور حسین دنیا میں میرے پھول ہیں۔“ (صحیح بخاری) حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے، ہم نے ایک روز آنحضرت ﷺ کو بہت مسرور دیکھا۔ ہم نے خوشی کا سبب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ”جبرائیل علیہ السلام ابھی میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ بے شک حسنؓ و حسینؓ تو جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ (علیؓ) ان سے بھی افضل ہے۔“ (کنز العمال)

قرآن کریم سے محبت

سیدنا حسین ؓ کتاب اللہ سے بے حد محبت رکھتے اور اس کی والہانہ محبت میں سرشار رہتے تھے۔ چھوٹی ہی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ جس وقت رسول کریم ﷺ نئی آیات نازل ہونے کی اطلاع صحابہؓ کو دیتے اور ان کو سناتے یا لکھواتے تو محفل میں موجود سیدنا حسینؓ بھی غور سے کلام اللہ کو سنتے رہتے۔ جب آپؓ پانچ برس کے ہوئے تو کتاب اللہ کو سبقاً پڑھنے لگے۔ باقاعدہ درس میں بیٹھنے لگے۔ کبھی کبھی آپ سیدہ عائشہ ؓ کے پاس بھی جاتے اور ان سے بھی سبق لیتے تھے۔ حسین ؓ حضرت علی ؓ سے سماع حدیث کرتے اور حضرت عثمان ؓ سے قرآن کا درس لیتے۔ یہی سبب تھا جو آپ کے دل میں کلام الٰہی کی بے پناہ وارفتگی پیدا ہوئی۔ دن رات تلاوت میں لگے رہتے۔ آپؓ کی زندگی قرآن مجید کی اطاعت میں گزری۔ آپؓ نہ صرف خود اس پر عمل کرتے بلکہ دوسروں سے بھی عمل کرنے کی تلقین کرتے۔

درس قرآن وحدیث

آپ مسجد نبوی میں، مسجد دمشق میں، اور کئی دوسرے مقامات پر درس دیا کرتے تھے۔ آپؓ کا درس بڑا فاضلانہ ہوتا تھا۔

حضرت حسینؓ جہاں کہیں تشریف لے جاتے تو لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اشتیاق ظاہر کرتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق ﷺ کے ارشادات سے مستفید فرمائیے۔ حضرت حسین ؓ ان کی درخواست قبول فرماتے اور لوگوں کو کلام اللہ اور کلام نبی ﷺ سناتے۔

زہد وعبادت

آپؓ عبادت گزاری کا بے حد شوق رکھتے تھے۔ نماز فجر، نماز عشاء اور نماز تہجد میں بہت آہ وزاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے اور تضرع و عاجزی سے بار بار دعائیں مانگتے تھے۔ آپؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مصیبت یا مشکل پیش آتی تو فوراً نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے، بکثرت نوافل پڑھتے اور اچانک آنے والے مصائب سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور درخواست کرتے۔

حلم ورفق

رسول کریم ﷺ خود بھی نہایت حلیم و نرم خو تھے اور دوسروں کو بھی حلم اور نرم خوئی کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ اکثر فرمایا کرتے کہ نرمی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ حلیم و کریم ہے اور نرم دل لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ حضرت حسینؓ نے بھی اپنے آپ کو بہت حلیم بنا لیا۔ کوئی سختی کرتا، بداخلاقی سے پیش آتا تو آپؓ خاموش رہتے اور رنجیدہ نہ ہوتے۔ کسی نے آپؓ سے پوچھا: ”حضور! بعض لوگ آپ کے سامنے گستاخی کرتے اور ترش روئی سے پیش آتے ہیں، مگر آپ ان سے کوئی مواخذہ نہیں کرتے؟“ فرمایا: ”میرے نانا جان ﷺ نے درشتی کی اجازت نہیں دی ہے اور یہی سبق دیا ہے کہ لوگ سختی برتیں تو تم نرمی برتو، وہ پتھر بنیں تو تم موم بن جاؤ۔“

عفو وکرم

آپؓ اس پیغمبر اعظم ﷺ کے نواسے ہیں جو بڑے سے بڑے مجرموں کو معاف فرما دیتے تھے۔ اس اسد اللہ کے بیٹے ہیں جس نے اپنے قاتل کو ٹھنڈا شربت پلایا تھا،

اور آپ اس عبقری (یعنی حضرت حسنؓ) کے برادر اصغر ہیں جس نے خبر ہو جانے کے باوجود زہر دینے والے کا پتہ نہ بتایا تھا تا کہ اس کو قتل نہ کر دیا جائے۔ آپؓ کو اپنے نانا جان ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ کسی کے قصور کو معاف کر دیا جائے تو اللہ غفور و رحیم اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور اسی لیے آپؓ بھی مجرموں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت حسینؓ کی خادمہ سے کچھ رقم گم ہو گئی۔ جب آپؓ نے وہ رقم طلب فرمائی تو خادمہ کانپنے اور خوف کھانے لگی۔ آپؓ نے پوچھا: ''کیا بات ہے کیوں ڈرتی ہے؟ اس نے کہا: ''رقم فلاں جگہ رکھی تھی مگر بہت کوشش کے باوجود ملتی نہیں ہے۔'' پوچھا: ''معلوم ہے کتنی رقم تھی؟'' خادمہ نے عرض کیا ''دو سو دس درہم۔'' فرمایا: ''غم نہ کر! جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ہو گیا۔'' تھوڑی دیر کے بعد آپؓ باہر تشریف لے گئے تو کسی نے آپؓ کی خدمت میں آ کر چار سو درہم پیش کیے۔ آپؓ اسی وقت گھر آئے، خادمہ سے فرمایا: ''دیکھ! اللہ نے گم شدہ رقم کے بدلے دو گنا رقم بھیج دی ہے۔'' یہ کہہ کر آپؓ نے جس قدر رقم گم ہوئی تھی اسی قدر یعنی دو سو دس درہم خادمہ کو عطا کر دیے اور فرمایا: ''یہ ایک سو نوے درہم بھی لے لے، رقم ضائع ہونے سے تجھے جو خوف اور غم پہنچا ہے۔ یہ اس کا معاوضہ ہے۔''

جود وسخا

ایک بار سیدنا اسامہؓ بیمار پڑ گئے۔ حضرت حسینؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو وہ ''ہائے غم ہائے غم'' پکار رہے تھے۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا: ''کس بات کا غم ہے؟'' اسامہؓ بولے: ''ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں اور اس کی ادائیگی کا اس وقت کوئی ذریعہ نہیں۔'' حضرت حسینؓ نے فرمایا: ''فکر نہ کرو، یہ قرض میں ادا کر دوں گا۔'' اسامہؓ نے عرض کیا: ''بس یہی وہ قرض تھا جس سے خائف ہوں اور ڈرتا ہوں کہ مقروض حالت میں نہ مر جاؤں۔'' چنانچہ آپؓ نے جس طرح ہو سکا ان کی زندگی ہی میں ان کا قرض چکا دیا۔

اسراف سے نفرت

آپؓ فضول خرچی کو بہت برا سمجھتے تھے۔ لوگوں کو اسراف و تبذیر سے روکتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے کسی دکان سے بہت سا مال خریدا اور اس میں کئی چیزیں ایسی تھیں۔ جو غیر ضروری تھیں۔ حضرت حسینؓ نے دیکھا تو فرمایا: ''اے شخص! کیا تو مسلمان ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں! اللہ کے فضل سے مسلمان ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ گو ہوں۔'' آپؓ نے فرمایا: ''پھر تم شریعت کے خلاف عمل کر رہے ہو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''مال و زر کو بے جا خرچ نہ کرو، کیونکہ فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔'' (بنی اسرائیل 27,26) اس شخص پر آپؓ کی نصیحت کا بہت اثر ہوا اور اس سے غیر ضروری اشیاء واپس کر دیں۔

صبر وقناعت

مصیبت کے وقت صبر کرنا اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت گزارنا حضرت حسینؓ کا خاصہ تھا۔ آپؓ مصائب میں مبتلا ہو کر گھبراتے نہ مضطرب ہوتے، بلکہ بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہو کر خشوع و خضوع اور گریہ وزاری و انکساری سے دعائیں مانگتے تھے اور لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ آپؓ کس غم یا فکر میں مبتلا ہیں۔ ایک بار آپؓ کسی مشکل میں پڑ گئے تو کچھ معلوم نہ تھا کہ آپؓ پر کیا ابتلاء آئی ہے۔ جب وہ مشکل حل ہو گئی تو لوگوں کو اس کا علم ہوا، عرض کیا: ''حضرت! آپؓ نے ہمیں آگاہ کیوں نہ فرمایا؟ جہاں تک بس چلتا ہم آپ کی مدد کرتے۔'' آپؓ نے فرمایا: ''بھائیو! میری اس مصیبت اور مشکل کو بجز ذات الٰہی کے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا، پھر میں دوسروں سے شکایت کر کے اس کا ناشکر گزار کیوں بنوں اور بے صبری سے کیوں کام لوں، اور اسی کے دربار میں کیوں نہ جھکوں جو مشکلات کو حل کرنے والا اور مصائب و آلام سے نجات دینے والا ہے۔'' قناعت کا یہ حال تھا کہ جو کچھ ملتا اسی پر گزر بسر کر لیتے اور اس سے زیادہ کی خواہش نہ رکھتے۔ بعض اوقات روکھی روٹی چبا لیتے، بعض دفعہ خشک چپاتی پر قانع رہتے۔

آداب واخلاق

آپؓ نہ صرف خود بہترین اخلاق کے مالک تھے بلکہ دوسروں کو بھی اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے کا درس دیتے تھے۔ ایک دفعہ کسی دیہاتی نے آپؓ سے پوچھا: ''جناب نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ محبوب کس کو رکھتے تھے؟'' فرمایا: ''جو سب سے زیادہ با اخلاق ہوتا تھا۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہیں۔''

تبلیغ حق وصداقت

حضرت حسینؓ تبلیغی فرائض بھی بہت احسن طریقے سے ادا کرتے تھے۔ جہاں شر پسندوں یا فتنہ پردازوں کی کوئی جماعت دیکھتے تو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کا پیغام بے دھڑک سناتے اور دین حنیف کو صحیح طور پر اختیار کرنے کی دعوت دیتے۔ راہ چلتے کوئی زندیق و بدعتی مل جاتا تو اس کے ساتھ بہت نرم اور نتیجہ خیز گفتگو کرتے اور پھر ایسے مدلل طریقے سے تبلیغ کرتے کہ وہ لاجواب ہو کر چلا جاتا یا پھر اسلام کا خادم بن جاتا۔ آپؓ جب بھی موقع پاتے، تبلیغ اسلام میں مصروف ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر خاص زور دیتے، ہستی باری تعالیٰ کے دلائل سناتے، قرآنی تعلیمات اور اس کے محاسن سے آگاہ فرماتے۔ رسول کریم ﷺ کی نبوت و رسالت اور اس کی ضرورت و اہمیت اور آخرت کی صداقت و حقیقت سے روشناس کراتے۔ غرض آپؓ کی تبلیغی مساعی سے بہت سے غلط رو اور گم گشتہ راہ لوگ ہدایت پر آ گئے۔

تیمارداری

حضرت حسینؓ نے بھی ہر حال میں اپنے نانا جان ﷺ کی پیروی کی۔ آپؓ لوگوں کی بیمار پرسی کے لیے جاتے۔ مریض کو تسلی دیتے۔ اس کی شفا کے لیے دعا فرماتے۔ قطع نظر اس سے کہ بیمار مسلمان ہوتا یا غیر مسلم، دوست ہوتا یا دشمن، اپنا ہوتا یا بیگانہ، آپؓ سب کے پاس پہنچتے۔ ایک دفعہ عبداللہ بن عمرؓ سخت بیمار ہو گئے۔ مرض بڑا مہلک تھا اور ان کے جاں بر ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ حضرت حسینؓ روزانہ ان کے پاس جاتے، تشفی دیتے اور خلوص دل سے ان کے لیے دعائیں مانگتے۔ کیونکہ وہ آپؓ کے گہرے دوست، آپؓ کے ہم مکتب اور بچپن کے ساتھی تھے۔ آپؓ کی دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ عبداللہ بن عمرؓ صحت یاب ہو گئے۔

حیاداری

حضرت حسینؓ بہت شرمیلے اور صاحب شرم وحیا تھے۔ چھوٹی ہی عمر میں برہنہ ہونے سے نفرت کرنے لگے۔ کوئی ناشائستہ بات اور غیر مہذب لفظ منہ سے نہ نکالتے۔ کوئی شخص بری بات کہتا یا گندا لفظ بولتا تو سخت نفرت کرتے اور گالی گلوچ کو تو بے حد برا جانتے، بلکہ اگر بس چلتا تو ڈانٹ دیتے اور بے حیائی کسی طرح کی بھی ہو اس سے دور رہنے کی ہدایت فرماتے۔ آنکھیں نیچی رکھتے۔ ایک بار آپؓ سے ایک شخص نے کوئی بے ہودہ سی بات کی۔ آپؓ نے فرمایا: ''کیا تو نے رسول کریم ﷺ سے سنا نہیں۔ ''حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (صحیح بخاری) حیا بھلائی اور نیکی کی سرمایہ دار ہے۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی میں حیا نہیں وہ ایمان سے خالی ہے۔ آپؓ مستورات کے قریب سے گزرتے تو منہ ایک طرف کر لیتے یا ڈھانپ لیتے۔ آج ہم حضرت حسینؓ کی مبارک زندگی کے اس پہلو کو فراموش کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت صحابہ کرامؓ کی سیرت کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

سود: سپریم کورٹ کی نظر میں

14 اکتوبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی

- ☆ حافظ عاکف سعید: امیر تنظیم اسلامی
- ☆ راجہ محمد ارشاد: سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل
- ☆ اوریا مقبول جان: دانشور' کالم نگار
- ☆ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر: مرکزی ناظم اعلیٰ، جمعیت اہل حدیث
- ☆ رضوان الرحمٰن رضی: صحافی' کالم نگار

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد خلیق

سوال :1991ء میں وفاقی شرعی عدالت اور 1999ء میں سپریم کورٹ کا فل بنچ سود کی حرمت کے حوالے سے تاریخ ساز فیصلے دے چکے ہیں۔ پاکستان سے سودی نظام کے خاتمے میں اب کیا امر مانع ہے؟

حافظ عاکف سعید: آپ نے ایسا سوال کیا ہے جو واقعی تڑپا دینے والا ہے۔ سود کے حوالے سے قرآن و حدیث کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ عملی گناہوں میں یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ جو الفاظ قرآن میں آئے ہیں وہ بھی چونکا دینے والے ہیں اور جو الفاظ حدیث میں آئے ہیں وہ بھی لرزہ دینے والے ہیں۔ قرآن میں صاف فرما دیا گیا کہ اگر سودی معیشت نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اتنے سخت الفاظ کسی اور گناہ یا جرم کے بارے میں نہیں ہیں۔ احادیث کے مطابق' سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں اور اس میں سے سب سے ہلکا اس کے برابر ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔

یہ ملک اسلام کے نام پر بنا۔ ہمیں ایک خطہ چاہیے تھا جہاں ہم اپنے نظریے کے مطابق نظام کو قائم اور غالب کر سکیں۔ قائداعظم پر تو یہ چیز بڑی واضح تھی۔ چنانچہ 1948ء میں سٹیٹ بینک کا افتتاح کرتے ہوئے انہوں نے جو الفاظ کہے اس سے صاف نظر آتا ہے کہ ان کا ویژن بالکل کلیئر تھا۔ فرماتے ہیں:

"میں بینک کے تحقیقی شعبہ کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ ایک ایسا بینکنگ نظام وضع کرے جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظام زندگی سے ہم آہنگ ہو۔"

اب کسے معلوم نہیں کہ اسلام کا معاشی و معاشرتی نظام کیا ہے! آگے فرماتے ہیں کہ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کیے ہیں۔ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا' اس کے حوالے سے منطقی نتیجہ تو یہی بنتا ہے کہ جب ہمارے پاس اقتدار اور اختیار ہے تو اسلامائزیشن میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہونی چاہیے۔ ایسی صورت میں بھی اگر اسلام کو قائم اور نافذ نہ کیا جائے تو ہم سے زیادہ دین کا غدار کوئی نہیں ہے۔ ہمارے ہر دستور میں اسلامی نظریاتی کونسل موجود رہی ہے۔ اس ادارے نے 1964ء میں یہ رائے دی کہ بینک کا سود حرام ہے اور حکومت اس کے متبادل کوئی نظام لائے۔ 1973ء کے دستور کا آرٹیکل 38-F کہتا ہے کہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سود کو فوری طور پر ختم کرے۔ اس کے باوجود آج تک سود ختم نہیں ہوا۔

سوال: یعنی سود کا خاتمہ آئینی تقاضا بھی ہے؟

حافظ عاکف سعید :اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ اوریا مقبول جان صاحب نے اس حوالے سے تمام واقعات کو پوری ترتیب کے ساتھ اپنے کالم میں بیان کیا ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے شریعت کورٹس قائم کیں' لیکن اس پر چار اعتبارات سے پابندیاں بھی لگا دیں۔ انہی میں سے ایک یہ تھی کہ مروجہ معاشی قوانین کے بارے میں آئندہ دس سال تک فیڈرل شریعت کورٹ کوئی فیصلہ نہیں دے سکتی۔ جب وہ مدت ختم ہوئی تو 1991ء میں ایک جامع فیصلہ دیا گیا۔ اس سے پہلے پوری ڈسکشن کرائی گئی۔ ان سب کو بھی بلایا گیا جو بینک کے سود کو ربا نہیں سمجھتے تھے۔ بڑے بڑے سکالرز سے رائے لی گئی۔ عالم اسلام کے ممتاز علماء کو دعوت دی گئی۔ اس کے بعد فیصلہ دیا گیا' اور حکومت کو یہ نوٹس بھی کہ 1992ء تک ربا کو ختم کر کے اس کی جگہ متبادل نظام لے کر آئیں۔ پھر نواز شریف صاحب کے کہنے پر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں نظرثانی کی اپیل دائر کر دی گئی۔ اس کے بعد یہ معاملہ کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا گیا۔ جنرل مشرف کے آخری دور میں یہ کیس دوبارہ اٹھا۔ شریعت اپیلٹ بنچ نے اس کے تمام گوشوں کا جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ 1991ء کا وفاقی شریعت عدالت کا فیصلہ صحیح ہے۔ اس کے بعد پھر اس میں اعتراض لگا کر وفاقی شرعی عدالت کو بھیجا گیا۔ ریویو کرنے کا حق انہی ججز کا ہوتا ہے جو فیصلہ دیا کرتے ہیں لیکن وہ ریٹائر ہو چکے تھے۔ اب ہم نے خود آگے بڑھ کر سپریم کورٹ سے درخواست کی کہ آرٹیکل 38-F کے تحت حکومت کو متوجہ کیا جائے کہ وہ سود کا جلد از جلد خاتمہ کرے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ معاملہ وفاقی شرعی عدالت کے پاس ہے۔ اسے 15 سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ وہاں کبھی جج پورے نہیں ہوتے' اگر ہوتے ہیں تو کام کو جان بوجھ کر لٹکا دیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے سارے تاخیری حربے آزمائے گئے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت پورا عالمی مالیاتی نظام سود پر قائم ہے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا آلہ ہے۔ غیر مسلموں کا ابلیسی نظام کو قبول کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ہم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں' ہم نے بھی پورے طور پر اسی نظام

> عملی گناہوں میں سب سے بڑا گناہ سود ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے حوالے سے جتنے سخت الفاظ استعمال ہوئے ہیں' ایسے کسی اور گناہ یا جرم کے بارے میں نہیں کیے گئے۔

کو اختیار کیا ہوا ہے اور اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ دراصل موجودہ دنیا کا جمہوری نظام بدقسمتی سے سرمایہ داروں کی آمریت ہے۔ یہ مفاد پرست طبقہ ہرگز نہیں چاہتا کہ سود کا خاتمہ ہو۔ سود معاشی عدل کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ بحیثیت مجموعی مسلمانوں کے ایمانی جذبات ٹھنڈے پڑ چکے ہیں۔ ابلیسی نظام کے ساتھ ہم نے سازگاری اختیار کی ہوئی ہے۔ چنانچہ ہمیں اس امر کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔

سوال: راجہ صاحب! آپ اس کیس میں محترم حافظ عاکف سعید کے وکیل تھے۔ یہ بتائیں اس کیس کی کتنی سماعتیں ہوئیں؟ ججز کی بدن بولی کیسی تھی؟

راجہ محمد ارشاد: یہ پٹیشن سپریم کورٹ میں ڈائریکٹ فائل ہوئی تھی۔ میرے دلائل آئین کی دو دفعات

اسلامی نظریاتی کونسل 700 سے زیادہ قوانین کو غیر اسلامی قرار دے چکی ہے' لیکن پارلیمنٹ میں اس حوالے سے کوئی قانون سازی نہیں ہو رہی!

آرٹیکل 20 اور آرٹیکل F-38 کے حوالے سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا بنیادی حق نہیں ہے کہ آپ ربا فری اکانومی کے تحت زندگی گزاریں۔ میں نے ثابت کیا کہ یہ میرا بنیادی حق ہے۔ اس کو انہوں نے تسلیم کیا۔ پھر یہ ریمارکس دیے کہ جو سود نہیں لینا چاہتے وہ نہ لیں' جو سود لے رہے ہیں ان کو اللہ پوچھے گا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ یہ معاملہ فیڈرل شریعت کورٹ میں زیر التوا ہے' آپ وہاں جائیں۔ میں نے کہا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کا یہ اختیار ہی نہیں ہے کہ وہ ریاست کو آئین کا کوئی آرٹیکل نافذ کرنے کا حکم دے۔ یہ اختیار صرف سپریم کورٹ کو حاصل ہے۔

سوال: اگر وفاقی شرعی عدالت سے بھی اس طرح کا فیصلہ آئے تو معاملہ دوبارہ سپریم کورٹ میں آ جائے گا؟

راجہ محمد ارشاد: اس کے بعد وہ فیصلہ پھر سے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں جائے گا۔ یہاں ڈیکوریشن کے لیے دو عالم رکھے ہوئے ہیں۔ سپریم کورٹ کے تین ججز بھی ہیں۔ یہ فیصلہ پہلے بھی گیا تھا۔ پھر اس پر ریویو فائل ہوا۔ وہ ریمانڈ ہو کر 2002ء سے سپریم کورٹ میں پڑا ہوا ہے۔

سوال: آپ کی پٹیشن تو انہوں نے کچھ ہی عرصے میں نمٹا دی' لیکن وہ پچھلے 15 سال سے زیر التوا ہے۔ اس کے لیے آپ کیوں pursue نہیں کرتے؟

راجہ محمد ارشاد: میری پٹیشن سپریم کورٹ کے دائرۂ اختیار کے حوالے سے تھی۔ میں نے اس کو دفتر میں نہیں پڑے رہنے دیا بلکہ pursue کیا کہ اس کی سماعت ہو۔ اب میں اس پر ریویو فائل کرنے والا ہوں' کیونکہ یہ غلط آرڈر پاس کیا گیا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ میں نے کہا کہ میں وہاں نہیں جاؤں گا بلکہ سپریم کورٹ سے ڈائریکشن لوں گا کہ وہ ریاست کو حکم دے کہ آرٹیکل F-38 کو نافذ کیا جائے۔

سوال: کیا نظر ثانی کی اپیل entertain ہو گی؟

راجہ محمد ارشاد: میں کہتا ہوں کہ یہ دو ججز کا کام نہیں ہے۔ اس کے لیے فل کورٹ بیٹھے اور تمام ججز میری بات سنیں۔ اس ملک کے مسلمانوں کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ ربا فری اکانومی میں زندگی گزاریں۔

سوال: ریویو پٹیشن کب فائل کر رہے ہیں؟

راجہ محمد ارشاد: اس کے لیے 30 دنوں کی مہلت ہوتی ہے۔ ریویو پٹیشن وہی ججز سنتے ہیں' لیکن ان میں سے سینئر جج ریٹائر ہو گیا ہے۔ اب ایک جج کے ساتھ کوئی نیا جج بیٹھے گا۔ میری درخواست یہ ہو گی کہ چیف جسٹس فل کورٹ یا پھر لارجر بنچ تشکیل دیں۔

سوال: اس کیس میں آپ ہی درخواست گزار تھے۔ باقی دینی جماعتیں اور شخصیات کیا کر رہی ہیں؟

حافظ عاکف سعید: الحمد للہ' ہم نے سوچا کہ سپریم کورٹ میں بھی جا سکتے ہیں۔ اس میں راجہ ارشاد صاحب کی بھی راہنمائی ہمیں حاصل تھی۔ اگرچہ یہ امر یقینی نہیں تھا کہ سپریم کورٹ اس کی سماعت کرے گی یا نہیں' لیکن بہرحال اسے سنا گیا اور فیصلہ بھی آ گیا۔ ہم چاہتے تھے کہ اس راستے کو بھی آزما کر دیکھیں۔ یہ نتیجہ اب علماء کو بھی متوجہ کرے گا۔

سوال: پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل ہمیشہ موجود رہی ہے۔ ملک سے سودی نظام کے خاتمے کے لیے آج تک اس نے کیا کردار ادا کیا ہے؟

حافظ عاکف سعید: اسلامی نظریاتی کونسل نے تقریباً 40 سال پہلے بتا دیا تھا کہ بینک انٹرسٹ ربا ہے۔ ان کی سفارش یہ تھی کہ اس سودی نظام کو ختم کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا اصل کردار یہ ہے کہ وہ غیر اسلامی قوانین کی طرف حکومت کو توجہ دلائے۔ ان کی جگہ اگر کوئی متبادل دے سکے تو وہ دے۔ چنانچہ اب تک 700 سے زیادہ ملکی قوانین کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے ریمارکس دیے ہوئے ہیں کہ یہ غیر اسلامی ہیں۔ ان کی جگہ اسلامی قوانین کون سے ہو سکتے ہیں' وہ بھی تجویز کیے گئے ہیں۔ اب اس سے اگلا کام پارلیمنٹ کا ہے کہ وہ اس حوالے سے قانون سازی کرے۔ المیہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے اندر اس چیز کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے اور ان کا سارا کام سرد خانے میں پڑا ہوا ہے۔

سوال: بحیثیت عملی مسلمان' ایک فرد کو سودی نظام کے خاتمے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

حافظ عاکف سعید: یہ سوال بہت اہم ہے۔ کرنے کا پہلا کام یہ ہے کہ عوام کو آگاہی دی جائے کہ سود کتنا بڑا گناہ ہے۔ منبر و محراب سے ذہن سازی ہونی چاہیے' جس کی اب تک بہت کمی رہی ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ درس قرآن دیتے تو وہ سود کے خلاف بھی آواز

ہر مسلمان براہِ راست سود میں ملوث ہونے سے بچنے کی کوشش کرے۔ اپنا نقصان ہوتا ہے تو کر لے۔ اب ہمیں رب یا ربا میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہو گا!

اٹھاتے تھے۔ بعض مستقل شرکاء نے محض اس بنیاد پر درس سننا چھوڑ دیا تھا کہ وہ سود کے حوالے سے ڈراتے رہتے ہیں۔ لہٰذا پہلی بات آگاہی کو عام کرنا ہے۔ پھر انفرادی طور پر ہر شخص یہ کوشش کرے کہ براہِ راست سود میں ملوث ہونے سے بچ جائے۔ احادیث میں ایسے شخص کے لیے بڑے سخت الفاظ آئے ہیں جو سود دیتا ہے' یا سود لیتا ہے' یا سود کے معاہدے کو لکھنے والا ہے' یا جو ایسے معاہدے پر گواہ بنتا ہے۔ چنانچہ ان چیزوں کے حوالے سے ہر مسلمان تائب ہو جائے۔ اپنا نقصان ہوتا ہے تو کرے۔ یہ فیصلہ کرے کہ اس نے رب کو راضی کرنا ہے یا رب سے جنگ مول لینی ہے۔

ہمیں رب یا ربا میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ہے‘ اس کے علاوہ اور کوئی آپشن نہیں ہے۔ اس کے بعد ملک میں جاری سودی نظام کی تبدیلی کے لیے زوردار آواز اٹھائی جائے۔ یہ ہمارا آئینی حق ہے۔ اس کے لیے احتجاجی مظاہرے کیے جائیں۔ ایک زبردست عوامی تحریک کے نتیجے میں ہی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ حکومت اس ضمن میں سنجیدگی کے ساتھ کوئی قدم اٹھائے گی۔

سوال: آپ نے اپنے کالم میں فرمایا تھا کہ جسٹس سرمد جلال عثمانی نے اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے ریمارکس دیے ہیں۔ اس فیصلے پر آپ کا کیا ردّعمل ہے؟

اوریا مقبول جان: سپریم کورٹ کے جج کے ریمارکس بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ سپریم کورٹ ایک بے بس ادارہ ہے‘ سود کے حوالے سے ایک آئینی ضرورت پوری کرنے کے لیے سپریم کورٹ کچھ نہیں کرسکتی۔ جب کوئی جج یہ کہتا ہے کہ اب تمہیں اللہ ہی پوچھے گا‘ تو اس کا مطلب ہے کہ کل کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ہم قتل‘ چوری اور دہشت گردی پر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ قاتلوں‘ چوروں اور دہشت گردوں کو تو اللہ ہی پوچھے گا۔ انہوں نے لوگوں کو بتایا ہے کہ آپ یہ سوچنا چھوڑ دیں کہ سپریم کورٹ انصاف کرے گی۔ یہ ریمارکس درحقیقت پورے عدالتی نظام کی توہین ہیں۔

سوال: کیا ایسی کوئی مثال موجود ہے کہ کسی جج پر توہین عدالت کا مقدمہ کیا جائے؟

اوریا مقبول جان: پوری دنیا میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ میں نے اس طرح کے 3 کیس پیش کیے ہیں۔ بلوچستان کے ایک جج نے کسی وکیل کو کہا کہ میں تم پر توہین عدالت کا مقدمہ کروں گا جبکہ وہ خود عدالت کے اندر چپل پہن کر بیٹھے ہوئے تھے۔ وکیل نے کہا کہ آپ پر بھی توہین عدالت کی دفعہ لگ سکتی ہے۔ اس پر جج صاحب نے معذرت کی تھی۔ بھارت کے ریاست کیرالہ میں ایک جج کی صحافی کے ساتھ لڑائی ہوگئی۔ صحافی عدالت میں نہیں آتا تھا۔ ایک دن جج نے ایس ایچ او کو کہا کہ گرفتار کر کے لاؤ۔ ایس ایچ او نے آکر بتایا کہ صحافی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ جج نے کہا کہ اس کو سٹریچر پر لے کر آؤ۔ جیسے ہی سٹریچر عدالت کے اندر داخل ہوا‘ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے لوگوں کو عدالت میں اس طرح گھسیٹنے کے الزام میں جج پر مقدمہ قائم کر دیا۔ کراچی کے جج سید محمد علی کی بیوی نے ہسپتال میں شور مچایا کہ ڈاکٹر میرا علاج صحیح طرح سے کیوں نہیں کر رہے۔ جج صاحب خود ہسپتال پہنچ گئے‘ جس پر انہیں باقاعدہ توہین عدالت کا نوٹس ملا تھا۔ پھر انہوں نے استعفیٰ دے دیا تھا۔

سوال: سود کا معاملہ پھر وفاقی شرعی عدالت میں چلا گیا ہے۔ آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

> بنیادی طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ سپریم کورٹ ایک بے بس ادارہ ہے‘ سود کے حوالے سے ایک آئینی ضرورت پوری کرنے کے لیے سپریم کورٹ کچھ نہیں کر سکتی۔ یہ ریمارکس درحقیقت پورے عدالتی نظام کی توہین ہیں۔

اوریا مقبول جان: سپریم کورٹ نے پاکستان بلکہ دنیا کی عدالتی تاریخ میں انوکھا کام کیا ہے۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک بڑی عدالت اپنے فیصلے ریویو کرنے کے لیے چھوٹی عدالت کو بھیجے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ریویو پٹیشن پر جج کو پرانے فیصلے کے مقابلے میں ایک نیا فیصلہ لکھنا چاہیے۔ انہوں نے خود تو نہیں لکھا لیکن شرعی عدالت میں بھیج دیا کہ وہاں وہ چلتا رہے گا۔ جب ایک فورم یعنی شرعی عدالت فیصلہ دے چکی ہے تو اسی فورم پر دوبارہ فیصلہ نہیں ہونا۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم ہر دفعہ چار ججز کو بدل دیں اور ایک نیا فیصلہ لے لیں۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ بدنیتی کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔

سوال: سپریم کورٹ میں جج صاحب ریٹائر ہوگئے ہیں۔ اگر ریویو پٹیشن داخل کرتے ہیں تو اس کا کیا فائدہ ہوگا؟

اوریا مقبول جان: یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ دینی جماعتوں کو اس کے لیے باقاعدہ ایک تحریک چلانی چاہیے۔ حکومت سے یہ مطالبہ کیا جائے وہ اپنی آئینی ذمہ داری پوری کرے۔ ہمارے ملک میں آئے روز کوئی نہ کوئی طبقہ اپنے حقوق کے لیے ریلی نکالتا ہے‘ لیکن یہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ چل رہی ہے اور اس ایشو پر کوئی ریلی نہیں نکلتی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مذہبی جماعتوں سے پوچھے گا جو چپ بیٹھی ہوئی ہیں۔ آئین کے حوالے سے اللہ نے یہ کام ذوالفقار علی بھٹو جیسے شخص سے کروا دیا‘ اب صرف اس کو نافذ کرنے کا مرحلہ تھا۔ یہ دینی جماعتوں کا کام تھا۔ تحریک کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

سوال: جس فورم پر بھی غیر سودی نظام کی بات ہوتی ہے تو اس کا متبادل حل مانگا جاتا ہے۔ کیا علماء کرام سود کا متبادل نظام فراہم کرسکتے ہیں؟

اوریا مقبول جان: جب دوسرے قانون تبدیل کیے جاتے ہیں تو کیا ان کے لیے بھی علماء کرام سے رہنمائی لی جاتی ہے! یہ تو لاء ڈیپارٹمنٹ کا کام ہے۔ کمیونزم کے دور میں 75 سال تک بغیر سود کے بینکنگ کا نظام چلتا رہا۔ کیا وہ متبادل نہیں تھا؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ چاہتے نہیں ہیں!

سوال: جسٹس سرمد جلال عثمانی کے ریمارکس پر آپ کیا کہیں گے؟

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر: جج کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ فیصلہ کرتے وقت لوگوں کے منافع کو بھی سامنے رکھے اور آئین کو بھی سامنے رکھے‘ لیکن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھی مدنظر رکھے۔ جسٹس صاحب کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ سود ایک کبیرہ گناہ ہے۔ انہوں نے ایسی بات کہی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری طرف سے کوئی انصاف نہیں ملے گا اور دنیا میں اس کا مواخذہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ایسے مقتدر لوگوں کو اس طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

رضوان الرحمٰن رضی: ان کے ریمارکس بہت زیادہ متنازعہ تھے خاص طور پر یہ کہنا کہ ہم یہاں کوئی مدرسہ کھول کر نہیں بیٹھے ہوئے۔ سود کی حرمت قرآن میں واضح ہے‘ یہ کسی مولوی کی ذہنی اختراع نہیں ہے۔ اس طرح کے گمراہ لوگ پاکستان کے اداروں میں گھسے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیس کروڑ مسلمانوں کا ملک ہونے اور اسلامی قوانین کی موجودگی کے باوجود بھی یہاں اسلام اپنی صحیح روح کے مطابق نظر نہیں آتا۔ اتنے بڑے عہدوں پر فائز لوگوں کی دین کے حوالے سے بنیادی معلومات اتنی بھی نہیں ہیں کہ جو ایک عام مسلمان کو ہونی چاہئیں۔

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ”خلافت فورم“ کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

یہ ایک دردناک کہانی ہے جس کے خوفناک انجام کی طرف یہ قوم انتہائی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ایسا خوفناک کہ جس کے تصور سے ہی اہلِ نظر کانپ رہے ہیں۔ آئینِ پاکستان، جس کے تحفظ کی قسم صدر پاکستان، وزیر اعظم، گورنرز، وزرائے اعلیٰ، اراکینِ اسمبلی، مسلح افواج کے اراکین، اعلیٰ عدلیہ کے جج اور ہر آئینی عہدہ رکھنے والا شخص اللہ کو حاضر و ناظر جان کر اٹھاتا ہے، اسی آئینِ پاکستان کی شق نمبر 38 (ایف) کہتی ہے۔ حکومت جس قدر جلد ممکن ہو سکے ربا (سود) ختم کرے گی۔

گزشتہ روز ربا (سود) کے بارے میں آئینی درخواست مسترد کر دی گئی۔ اللہ سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کا وہ حصہ جو باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اسے کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو (البقرہ 79-278)۔ یہ اعلانِ جنگ امریکا، حکومتِ پاکستان یا مسلح افواج نہیں کر رہیں، وہ قادرِ مطلق کر رہا ہے جو اعلان کرتا ہے کہ اس کی پکڑ بہت شدید ہے۔ یہ اللہ کا دستور ہے کہ وہ ہر فرد کو اس کے اختیار کے مطابق پکڑتا ہے اور اس کی استطاعت کے مطابق سزا دیتا ہے۔

سود کے معاملے میں ہماری کہانی دردناک ہے اور ہم خوفناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بانیء پاکستان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یکم جولائی 1948ء کو اسٹیٹ بینک کا افتتاح کیا اور تقریر کی۔ یہ ان کی زندگی کی آخری تقریر تھی۔ انھوں نے فرمایا۔

I shall watch with keeness the work of your research organization in evolving banking policies compatable with Islamic ideas of social and economic life. The economic system of the west has created almost insoluable problems for huminity

"میں بینک کے تحقیقی شعبے کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ ایک ایسا بینکنگ نظام وضع کریں جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظام زندگی کے ہم آہنگ ہو۔ مغرب کے معاشی نظام زندگی نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کیے ہیں۔"

میں نے انگریزی متن بھی درج کر دیا ہے کہ کسی کو قائد اعظم کی سود کے خلاف اس تقریر اور ان کے جذبے پر کوئی شک نہ رہے۔ اس تقریر کے تقریباً ڈھائی ماہ بعد قائدِ اعظم انتقال کر گئے۔ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سترہ سال طویل خاموشی کا زمانہ ہے۔ یوں تو ہر آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل موجود رہی لیکن کسی کو سود کے بارے میں کبھی کوئی خیال نہ آیا۔ ایوب آمریت کے دوران 1964ء سے 1966ء تک اسلامی نظریاتی کونسل نے بینکنگ نظام کا جائزہ لیا اور اسے خلاف اسلام قرار دیا۔ 3 دسمبر، 1969ء میں کونسل نے اپنی رپورٹوں کا اعادہ کیا۔

ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوری حکومت میں آئین میں 38 (ایف) تحریر ہوئی جس میں حکومت کو یہ ذمے داری دی گئی کہ سود کو جلد از جلد ختم کیا جائے۔ حضرت ضیاء الحق کا زمانہ آیا تو 1977ء میں سود کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل سے دوبارہ رجوع کیا گیا۔ کونسل نے 25 جون 1980ء کو سود کے خاتمے کے لیے ایک متبادل نظام تجویز کر دیا۔ اب ٹال مٹول شروع ہو گئی۔ ایک عالمی سیمینار بلایا گیا جس میں کونسل کی تجاویز زیر بحث آئیں۔

سپریم کورٹ نے ضیاء الحق کو آئین میں ترمیم کا اختیار دیا۔ اس نے وفاقی شرعی عدالت قائم کی اور سپریم کورٹ میں شریعت اپیل بنچ بنایا۔ لیکن سود سے محبت کا یہ عالم تھا کہ 1980ء میں بننے والی وفاقی شرعی عدالت پر یہ پابندی لگا دی کہ دس سال تک مالی معاملات میں شریعت کے حوالے سے کوئی کیس نہیں سنے گی۔ اس وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ کار کا یہ عالم تھا کہ اس کے فیصلے کے خلاف اگر ایک عام آدمی بھی سپریم کورٹ میں اپیل لے کر جائے گا تو بغیر پیشی یہ اپیل منظور ہو جائے گی اور حکمِ امتناعی بھی جاری ہو جائے گا۔

جیسے ہی دس سال کی پابندی ختم ہوئی تو سود کے مخالف ایک دم 1990ء میں درخواستیں لے کر جا پہنچے۔ روزانہ سماعت ہوئی اور اکتوبر 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت نے 157 صفحات کا فیصلہ تحریر کیا جس کے تحت 30 جون 1992ء سے بینک کے سودی کاروبار کو حرام قرار دے دیا۔ اس وقت سودی نظام کے ایک اور پروانے نواز شریف وزیر اعظم تھے۔ وہ اس فیصلے کے خلاف فوراً سپریم کورٹ جا پہنچے۔ حکمِ امتناعی جاری ہوا اور ٹال مٹول شروع۔ نواز شریف اور بے نظیر کے زمانے میں کبھی بھی شریعت بنچ پورا نہیں ہونے دیا گیا۔ مشرف نواز شریف کا تختہ الٹ کر دیگر کاموں میں مصروف تھا اور اسے اندازہ تک نہ ہو سکا کہ شریعت بنچ مکمل ہے۔

یہ بنچ وجیہہ الدین احمد، خلیل الرحمٰن، منیر اے شیخ، مولانا تقی عثمانی اور محمود احمد غازی پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ خاموشی سے اپنی کارروائی میں مصروف رہے اور دنیا بھر سے ماہرین کو بلوا کر فیصلے کے قریب پہنچ گئے۔ فیصلے پر دستخط کا وقت آیا تو سازشیں شروع ہو گئیں۔ بنچ نامکمل کرنے کے لیے محمود احمد غازی کو سیکیورٹی کونسل کا حلف اٹھوا دیا گیا۔ وہ معصومانہ طور پر اس چال کا شکار ہو گئے لیکن ایسا کرنے سے وہ جج نہ رہے۔ لیکن آئین کے مطابق تو ایک عالمِ دین سے بھی کام چل سکتا تھا اور بنچ مکمل رہا اور اگلے ہی دن انھوں نے فیصلہ دے دیا۔

23 دسمبر 1999ء کو پاکستان کی سپریم کورٹ کے فل بنچ نے ایک تاریخ ساز فیصلہ دیا اور یہ اعزاز حاصل کیا کہ تمام اسلامی ممالک میں واحد پاکستان ہے جس کی سپریم کورٹ نے سود حرام قرار دیا۔ یہ بہت طویل فیصلہ ہے جو ایک ہزار صفحات سے زیادہ ہے۔ پھر چال چلی گئی مشرف نے ایک پرائیوٹ بینک سے سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست داخل کروائی۔ اس دوران پی سی او آ گیا۔ وجیہہ الدین اور خلیل الرحمٰن نے حلف نہ اٹھایا۔

قانون کے مطابق نظر ثانی صرف وہی جج کر سکتے ہیں، لیکن یہاں یہ اصول بھی توڑ دیا گیا۔ چیف جسٹس شیخ ریاض کی سربراہی میں بنچ بنایا گیا جس نے چند صفحات پر مشتمل یہ فیصلہ تحریر کیا کہ سپریم کورٹ کا سود حرام قرار دینے کا فیصلہ کالعدم ہے۔ یہاں ایک چال چلی گئی۔

اگر فیصلہ کالعدم ہے تو اس کے مقابل میں سپریم کورٹ کو نیا فیصلہ تحریر کرنا چاہیے تھا۔ سپریم کورٹ کی تاریخ میں یہ پہلا مقدمہ ہے جسے ماتحت عدالت کو واپس بھجوایا گیا۔ مقصد صرف یہ تھا لوگوں کو واپس وہاں لے جایا جائے جہاں سے جدوجہد کا آغاز ہوا تھا۔ وفاقی شرعی عدالت میں یہ کیس 15 سال سے سرد خانے میں ہے اور اگر کوئی سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔

ہمارا کام یہی ہے کہ ہم دیواروں سے سر ٹکراتے رہیں۔ ہمیں ایسا کرنے میں کوئی عار نہیں۔ ہم تو اس صف میں کھڑے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے سود کے خلاف اعلانِ جنگ کے بعد ترتیب دی جا چکی ہے۔ یہ تو ہر کسی کی مرضی اور منشا ہے کہ وہ جس طرف چاہے کھڑا ہو جائے۔ مدرسہ کھلے نہ کھلے، فیصلہ آئے یا نہ آئے، لیکن جس کو اللہ کے قادر ہونے پر یقین ہے، اسے اس بات پر بھی مکمل یقین ہے کہ یہ جنگ اللہ نے جیتنی ہے اور کوئی اس روئے زمین پر اتنا طاقتور نہیں جو یہ جنگ جیت سکے۔ البتہ روز ہم اس کے غضب اور غیظ کو دعوت دے رہے ہیں۔

گزشتہ چند دنوں سے کبھی اہلِ نظر سے ملتا تو وہ اپنے خواب سناتے، کہتے زلزلے ہیں، سونامی کی لہریں ہیں۔ اسلام آباد میں تو کچھ علاقے نظر ہی نہیں آ رہے۔

پھر استغفار کرنے لگتے، سوچتا تھا ایسا کیوں ہوگا۔ کالم تحریر کر رہا ہوں تو دس سال پہلے کا آٹھ اکتوبر کا زلزلہ یاد آ رہا ہے۔ خوف کا ایک عالم ہے۔ بس یہی دعا دل سے نکل رہی ہے۔ الٰہی ہم پر رحم فرما، ان لوگوں کی سزا ہم سب کو نہ دے جو تجھے للکارتے ہیں۔ جو تیرے مقابل آ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جو تیرے اعلانِ جنگ کے باوجود بھی خوف سے نہیں کانپتے۔ ہم پر رحم فرما، اگر تو نے ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم بہت بڑے خسارے میں جانے والے ہیں۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت کے بیان پر جامع تالیف

اشاعت خاص: 40 روپے
اشاعت عام: 25 روپے

بانیٔ تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف کا مطالعہ کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

شمارہ نومبر 2015ء
محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

☆ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ	ادارہ
☆ اسلامی معاشرت کے اصول (مطالعۂ حدیث)	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ قرآن کریم کی اصولی باتیں (۳)	ڈاکٹر عمر بن عبداللہ المقبل
☆ تنظیم اسلامی کی انسدادِ سود کی جِدوجہد	حافظ عاطف وحید
☆ حاجی عبدالواحد صاحبؒ کی یادداشتیں	پروفیسر حافظ قاسم رضوان
☆ خلافتِ راشدہ	شجاع الدین شیخ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم شاہدرہ کے زیر اہتمام خواتین کا درس قرآن

رمضان المبارک میں عورتوں کے لیے درس قرآن کا اہتمام جامع مسجد نور الہدیٰ فیروز والہ میں کیا گیا۔ پروگرام کی تشہیر کے لیے فلیکس اور پوسٹرز چھپوائے گئے۔ پروگرام کا آغاز 14 جون 2015ء کو ہوا۔ پہلے دن ہی لگ بھگ 70 کے قریب عورتوں نے شرکت کی۔ نیہا وسیم نے تلاوت قرآن مجید کی سعادت حاصل کی۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے حضور نعت کا نذرانہ سیدہ ماریہ اقبال نے پیش کیا۔

اُمّ عبداللہ نے درس قرآن شروع کیا۔ پہلے ہی درس میں عورتوں کے مثبت تاثرات دیکھنے کو ملے۔ آخر میں دُعا کے بعد فرداً فرداً عورتوں کو درس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ روزانہ باقاعدگی سے صبح 10 بجے سے دوپہر 12 بجے تک درس دیا جاتا رہا جس میں ایک پارہ کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جاتی تھی۔ 5 جولائی کو 21 ویں پارہ کا درس دیا گیا۔ اس روز دینی رہنما میاں نعیم نے درس قرآن دیا۔ اس پروگرام میں عورتوں کی تعداد تقریباً 60 کے قریب تھی۔ آخری پروگرام 14 جولائی کو ہوا۔ اس روز تقریباً 80 عورتوں نے شمولیت اختیار کی۔ درس کے بعد طویل دعا کی گئی اور اس کے بعد معلّمہ صاحبہ نے سب کو مبارکباد پیش کی۔ سب عورتوں کی آنکھیں آنسوؤں سے نم تھیں۔ کچھ کی سسکیاں بھر آئیں۔ بہت اچھا سماں بندھا ہوا تھا۔ وہ عورتیں جو بلاناغہ درس میں شامل ہوتیں رہیں وہ تو اداس تھیں سو تھیں لیکن وہ عورتیں جو صرف آخری دن آئیں یہ سن کر کہ یہ آخری پروگرام تھا، رو پڑیں اور سر پکڑ کر بیٹھ گئیں اور افسوس کرنے لگیں کہ ہم نے پورا رمضان مس کر دیا۔ سب ہی عورتوں کے لیے تنظیم اسلامی شاہدرہ فیروز والا کی طرف سے افطاری کا اچھا اہتمام کیا گیا۔

اس پروگرام میں خواتین کو بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پتہ چلا۔ نیکی اور برائی کے راستے کا علم ہوا۔ معاشرے میں رہنے کے اُصول سمجھ میں آئے۔ سب سے بڑھ کر ہم عورتوں کے لیے جو احکامات اللہ تعالیٰ نے اُتارے ہیں، انہیں اچھے طریقے سے سمجھنے کا موقع بھی ملا۔ اس موقع پر عورتوں کے لیے ہر ماہ کی یکم تاریخ کو درس قرآن کا اعلان کیا گیا جس میں ترجمہ کے ساتھ تفسیر بھی شامل کر دی گئی۔

اختتامی پروگرام میں ''مسلمان خواتین کے دینی فرائض'' اور ''شرعی پردہ'' پر مشتمل کتابوں کا سیٹ تقسیم کیا گیا۔ مستقل شامل ہونے والی خواتین میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی بیان القرآن کی جلد اوّل بطور تحفہ تقسیم کی گئی۔ معلّمہ صاحبہ کے لیے تنظیم اسلامی کی طرف سے بیان القرآن کا مکمل سیٹ تحفہ میں پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے راستے پر چلنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرتب: سیدہ ثمن اقبال)

حلقہ پنجاب جنوبی کے زیر اہتمام مشترکہ شب بیداری

19 ستمبر کو حلقہ پنجاب جنوبی کے تحت جامع مسجد الہدیٰ، شاہ رکن عالم کالونی، نیو ملتان میں مشترکہ شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ نماز مغرب کے بعد امیر حلقہ نے ''دین کا جامع تصور'' کے حوالہ سے مفصل خطاب فرمایا۔ عشاء کی نماز سے قبل محمد عرفان بٹ نے درس حدیث میں ''ایک مسلمان کا طرز حیات اور اس کے اخلاق'' پر روشنی ڈالی۔ نماز عشاء کے بعد محمد سلیم اختر نے ''منہج انقلاب نبویؐ اور موجودہ حالات میں ہمارا طرز عمل کیا ہو'' پر مفصل مذاکرہ کرایا۔ آخر میں سعید اظہر عاصم نے ایک دعا یاد کرائی۔ اس کے بعد رفقاء نے وہیں مسجد میں قیام کیا۔ صبح نماز تہجد اور انفرادی نوافل کی ادائیگی کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ اس کے بعد محمد عطاء اللہ خان نے سورۃ بقرہ کے رکوع نمبر 4،3 کا درس قرآن دیا۔ مرزا قمر رئیس نے سلائیڈ پر ''امیر سے ملاقات'' کا پروگرام چلایا۔ رفقاء نے پسند کیا اور شوق و توجہ سے سنا۔ ساڑھے سات بجے اجتماعی دُعا کے بعد رفقاء اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس پروگرام میں 175 رفقاء اور تقریباً 30 احباب نے شرکت کی۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماع

پروگرام کا آغاز حافظ محمد ادریس کی تلاوت سے شروع ہوا۔ اس کے بعد بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ایک ویڈیو ''ہم اور ہماری ذمہ داریاں'' دکھائی گئی۔ جناب شفاء اللہ نے ''میری آخرت'' پر تفصیلی اور مدلل گفتگو کی۔

اس کے بعد ایک تعارفی نشست ہوئی۔ حلقہ کی طرف سے جاری کردہ نمبرات کی روشنی میں تمام رفقاء مختلف گروپوں میں بٹ گئے اور آپس میں ایک دوسرے کا تعارف نام، پیشہ، تنظیم میں شمولیت و ذمہ داری کے حوالے سے کرایا گیا۔ سلیم احمد نے ''قبر سے حشر تک کے مراحل'' پر قرآن حکیم اور احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی۔ چائے کے وقفے کے بعد حافظ عزیز الحق نے ''اگر میں کامیاب نہ ہوا'' کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ انہوں نے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے رویوں اور طرز عمل کو واضح کیا۔ نعمان واجد صاحب نے قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی میں جنت کی خوشخبریوں کے بارے میں گفتگو کی۔ آخری مقرر ناظم حلقہ راجہ محمد اصغر تھے جنہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واضح کیا کہ اس طرز کے اجتماعات سے رفقاء میں ایمانی جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اجتماع کا اختتام ڈاکٹر خالد نعمت کے دعائیہ کلمات پر ہوا۔ رفقاء ایک جذبہ لے کر گھروں کو روانہ ہوئے۔ (رپورٹ: صوفی محمد صفدر)

میانوالی میں دعوتی و تربیتی پروگرام

12 ستمبر 2015ء کو مقامی تنظیم میانوالی (حلقہ سرگودھا) کے تحت دعوتی پروگرام کا انعقاد ہوا۔ سب سے پہلے پروگرام کے سلسلے میں مشاورت کا اہتمام کیا گیا۔ مدرسین کو مختلف مقامی رفقاء کے ہمراہ ٹولیوں میں تقسیم کیا گیا۔ احباب کے ساتھ ملاقاتوں کے لیے پہلے ہی وقت لیا جا چکا تھا۔ پروفیسر محمد ارشد نے گورنمنٹ سکول میں ٹیچرز کے ساتھ ''ہماری دینی ذمہ داریاں'' پر گفتگو کی۔ مہمان مدرس ظفر اقبال لاہڑی نے قریبی مارکیٹ میں مقامی رفیق کی دعوت پر جمع ہونے والے دکانداروں کے سامنے ''دینی فرائض کا جامع تصور'' رکھا۔ راقم الحروف نے حاجی عبداللہ کے ہمراہ احباب کے ساتھ ملاقات کی۔ اسی دوران امیر حلقہ نے نور خان کے ساتھ مقامی علماء سے ملاقاتیں کیں۔ نماز عصر کے بعد رفقاء ٹولیوں میں تقسیم ہو کر احباب سے ملاقاتوں کے لیے روانہ ہوئے۔ امیر حلقہ نے مکی مسجد میں نمازیوں سے قرآن مجید کے حقوق کے بارے میں گفتگو کی۔ نماز مغرب کے بعد پروفیسر محمد ارشد نے فلسفۂ قربانی کے موضوع پر سیر حاصل بیان کیا۔

اگلی صبح نماز فجر کے بعد راقم الحروف نے سورۃ الفرقان کے دوسرے رکوع کی روشنی میں درس قرآن دیا۔ آٹھ بجے تربیتی نشست کا آغاز ہوا۔ ظفر اقبال لاہڑی نے سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کی تلاوت کی اور بعد میں پروفیسر محمد ارشد نے اسی رکوع کا درس دیا۔ درس حدیث کی ذمہ داری راقم الحروف نے ادا کی اور اس بات پر زور دیا کہ اخوت ایمانی کو کمزور کرنے والے عوامل جیسے بدگمانی، حسد، بغض اور قطع تعلقی جیسی برائیوں سے بچنا چاہیے۔ نور خان نے فریضۂ دعوت اور انفرادی دعوت کے نظام پر سیر حاصل گفتگو کی اور وائیٹ بورڈ کے ذریعے سمجھایا کہ کس طرح دعوت کے عمل کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے انکار آخرت کی مختلف اشکال کے موضوع پر گفتگو کی۔ وقفہ کے بعد انجینئر نوید احمد مرحوم کا ویڈیو خطاب ''داعی کے اوصاف'' دکھایا گیا۔ اس کے بعد ''امیر سے ملاقات'' کے پروگرام کی ویڈیو دکھائی گئی۔ آخر میں امیر حلقہ نے اس بات پر زور دیا کہ ایک رفیق تنظیم کو اپنے معاشرے میں رول ماڈل بننا چاہیے اور اپنے کردار اور عمل کو مکمل طور پر دین کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس پروگرام میں شرکت کرنے والے رفقاء و احباب کی کوشش کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد ہارون شہزاد)

حلقہ سکھر کے زیراہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

اس اجتماع کا انعقاد 13 ستمبر 2015ء کو سکھر میں ہوا۔ تلاوت کی سعادت حافظ ثناء اللہ نے حاصل کی۔ اس کے بعد حافظ ایم خالد شفیع نے ''قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں'' پر سیر حاصل گفتگو کی۔ حافظ ثناء اللہ گبول نے ''ہماری ترجیح دنیا یا آخرت؟'' کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ اس کے بعد نور محمد لاکھیر نے ''بحیثیت رفیق تنظیم ہماری دینی ذمہ داریاں'' پر خطاب کیا۔ وقفہ کے بعد معتمد حلقہ نے حلقہ سکھر کی کارکردگی کا مختصراً جائزہ پیش کیا۔ امیر حلقہ احمد صادق سومرہ نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا کہ وہ دور دراز سے تشریف لائے۔ امیر حلقہ نے اجتماعیت کی اہمیت پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بحیثیت دین اسلام کے لیے انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی اللہ کے احکامات کا نفاذ یعنی اقامت دین لازم ہے۔ پروفیسر سجاد منصور نے ''احترام انسانیت اور حقوق انسانیت'' کے موضوع پر سیرۃ النبیؐ کی روشنی میں بیان فرمایا۔ ایک بجے بانی محترم کا ویڈیو خطاب ''نبیؐ کی پیشین گوئیاں'' اور آخری صلیبی جنگیں دکھایا گیا۔ 2:30 پر نماز ظہر کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: رضا اللہ انصاری)

ملتان میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف مظاہرہ

سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس سرمد جلال عثمانی کے سود سے متعلق فیصلے کے خلاف حلقہ جنوبی پنجاب کے تحت ملتان نواں شہر چوک پر 15 اکتوبر 2015ء بروز جمعرات دوپہر ڈھائی بجے ایک مظاہرہ ہوا، جس میں تقریباً دو سو سے زائد رفقاء نے شرکت کی۔ مظاہرہ کی قیادت امیر حلقہ محمد طاہر خان، سعید اظہر عاصم اور مقامی امراء تناظم نے کی۔ دوران مظاہرہ تقریباً 2000 ہینڈبل تقسیم کیے گئے۔ رفقاء نے مختلف عبارتوں پر مشتمل ٹی بورڈ اور بینرز اٹھا رکھے تھے۔ یہ مظاہرہ 4 بجے تک جاری رہا۔ نواں شہر چوک سے مارچ کرتے ہوئے ''نوائے وقت'' کے آفس تک گئے۔ وہاں کچھ دیر کھڑے رہے اور امیر حلقہ نے شرکاء مظاہرہ سے خطاب کیا۔ اس کے بعد رفقاء گھروں کو واپس چلے گئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

☆☆☆☆☆

حلقہ سرگودھا کی مقامی تنظیم ''میانوالی'' میں حاجی نور خان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ سرگودھا کی جانب سے مقامی تنظیم میانوالی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 10 ستمبر 2015ء میں مشورہ کے بعد حاجی نور خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی میں نئی مقامی تنظیم ''مردان'' کا قیام اور ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی جانب سے دو منفرد اسروں مردان اور تخت بھائی کو ملا کر ایک نئی مقامی تنظیم مردان کے قیام اور ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر کرنے کی سفارش ارسال کی گئی۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ یکم اکتوبر 2015ء میں مشورہ کے بعد نئی مقامی تنظیم مردان کے قیام کو منظور کرتے ہوئے ڈاکٹر حافظ مقصود کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

''31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سوسائٹیز، فلائی اور برج، سیکٹر I-8/4 اسلام آباد (دفتر حلقہ پنجاب شمالی)'' میں
6 تا 8 نومبر 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

برائے رابطہ: 051-4434438 / 0333-5382262 / 0323-5044904

''مسجد فاطمہ، جامع القرآن حشمت کالونی، ہارون آباد'' میں
8 تا 14 نومبر 2015ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

اور

13 تا 15 نومبر 2015ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

برائے رابطہ: 0334-7463964 / 0333-6316236

''3/B پروفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی، شکارپور روڈ، سکھر'' میں
20 تا 22 نومبر 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

برائے رابطہ: 071-5807281 / 0333-7146816

زیادہ سے زیادہ رفقاء مندرجہ بالا پروگراموں میں شرکت کریں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت:
(042)36316638-36366638

CIA-RAW MA CHINATIONS TO LINK ISI WITH 9/11

By Cdre Tariq Majeed PN (Retd)

A Glaring Contradiction

The Air Attacks in America by so-called hijacked Boeing planes on 11 September 2001, which unleashed the US-NATO 'war on terrorism'—in reality war against the Muslim World through terrorism—were marked by a glaring contradiction. Within 20 minutes of the beginning of this mind-boggling act of terror, US officials, political leaders and the media were saying it was the work of Al-Qaeda led by Osama Bin Laden. But, already there were valid, visible proofs that a foreign militant gang could not have generated the capabilities and the conditions required to carry out such a complex and big operation, without help from inside America, from its planning to execution.

Evidence—of an Inside Job

The floors of the 110-story Towers of the World Trade Center (WTC) tumbled, in fact, "folded" down systematically, floor by floor—like old high-rise buildings are brought down vertically by planned demolition.

a) Nothing was said about why the US authorities had failed to stop the attacks on the two WTC Towers and the Pentagon. The concerned authorities knew well before the planes hit their targets that the planes had diverted from the authorized flight paths, had stopped communicating with air traffic controllers, and were behaving dangerously! And, how did the hijacked Boeing get through the tightly protected No-Fly-Zone around the Pentagon?

b) Before the day was out, WTC-7, not hit by any plane, suddenly collapsed at 5:20 pm. Analysts said: "The great speed of the collapse and low value of the resistance factor strongly suggest controlled demolition." They said, "This collapse alone constitutes indisputable proof that the whole of 9/11 was an Inside Job."

US Official Cover Story Proved False

Soon, the official cover story was proven false by multitudes of analysts, scholars, lawyers, scientists, architects, engineers, fire-fighters, metallurgists and pilots, who cited irrefutable evidence. Their findings can be seen at the Internet.

A considered Opinion

I wrote extensively on 9/11 in both English and Urdu, and exposed the falseness of the cover story, fabricated by US government and shamelessly propagated by the mainstream US media. In my writings, I highlighted many of the hidden facts about the whole Scheme behind the 9/11 Attacks and explained why the Islamic Republic of Pakistan is one of its foremost targets.

Allegations against the ISI

It did not surprise me to find that 9/11's master schemers, from the Neo-Cons' clique which runs the US government, had *crafted circumstances* to link Pakistan's Inter-Services Intelligence (ISI) to the 9/11 Attacks. It was alleged that: *"In July 2001, General Mahmud Ahmed, the ISI director general, transferred 100,000 dollars to Mohammad Atta's bank account in the United States."*

Another allegation said: *"Ahmed, the paymaster for the hijackers, was actually in Washington on 9/11, and had a series of pre-9/11 top-level meetings in the White House, the Pentagon, the National Security Council... When Ahmed was exposed by the Wall Street Journal as having sent the money to the hijackers, he was forced to "retire" by President Pervez Musharraf."*

(end of part 1. To be continued...)

Source: *Awareness Brief, AB 07-15, Wednesday, 7 October 2015, 22 Zilhaj 1436*